بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

زیرِ سرپرستی:
عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۲

فروری ۲۰۱۹ء

جمادی الآخرہ ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔
http://www.aljamiatulashrafia.org
E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532
اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں
یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	حضور حافظِ ملت کا بلا تصویر سفرِ حج و زیارت	مبارک حسین مصباحی	۳

سپاس نامے

ہدیۂ تشکر	پچیسویں فقہی سیمینار کے سپاس نامے	عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ عزیزی	۱۰

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۷

نظریات

فکر امروز	مزارات پر عورتوں کی حاضری شرعی نقطۂ نظر سے	مولانا سراج احمد قادری	۱۹

تحقیقات

عصرِ حاضر	سوشل میڈیا اور رافضیت	مولانا نذر الباری اشرفی جامعی	۲۱

اسلامیات

شعاعیں	حضرت ٹیپو سلطان اور ایک شہید سپاہی کے نادار بچے	مولانا اختر علی واجد القادری	۲۶

عزیزیات

انوارِ حیات	استاد اور علم کا ادب اور حافظِ ملت علیہ الرحمہ	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	۲۸
افکارِ حیات	اقوالِ حافظِ ملت کی عصری معنویت	مولانا محمد عارف رضا نعمانی	۳۱

بزم دانش

فکر و نظر	قادیانیت کے بڑھتے اثرات اور ان کے تدارک کی تدبیریں	حبیب اختر مصباحی، محمد عابد چشتی/ ریحان المصطفیٰ نظامی	۳۵

ادبیات

نقد و نظر	فتاویٰ رضویہ: جہانِ علوم و معارف	تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی	۴۹
خیابانِ حرم	نعت و مناقب	انس مسرور انصاری/ حافظ محمد خلیل چشتی/ فردوس فاطمہ اشرفی	۵۱

مکتوبات

صدائے بازگشت	عرفان احمد فلاحی/ محمد عرفان قادری		۵۲

سرگرمیاں

خیر و خبر	مبارک پور میں جشن غوث الوریٰ و عرس امام الاولیا/ علی گڑھ میں تعلیمِ اسلام کانفرنس ممبئی میں دو روزہ امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس/ ممبئی میں ختم نبوت کانفرنس جوگیشوری میں عرس مخدوم سمناں و عرس اشرف الاولیا		۵۳

اداریہ

حضور حافظِ ملت کا بلا تصویر سفرِ حج وزیارت

اور مدینہ منورہ میں تاجدارِ مدینہ کے فضائل پر ایک اہم خطاب

مدینہ منورہ میں حضور حافظ ملت کا خطاب ہوا تھا مگر دلائل سے بھرپور یہ محبت بھرا بیان آج تک پردۂ گم نامی میں رہا، کچھ عرصہ قبل کسی شیدائی نے اسے نیٹ پر اپلوڈ کیا، سنا تو طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ یہ خطاب اب تک غیر مطبوعہ ہے، یہ اس کی اولین اشاعت ہے۔ ہم نے اپنی حد تک اسے صحیح پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل قبول فرمائے اور مقبولِ خاص وعام فرمائے۔ آمین

مبارک حسین مصباحی

جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز (و: یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) اپنے عہد کی عظیم ترین شخصیت تھی، آپ عرفان و روحانیت، رشد و ہدایت، قادری اور چشتی قدروں کے امین اور عظیم روحانی پیشوا تھے، آپ نے مدرسہ اشرفیہ مبارک پور کو الجامعۃ الاشرفیہ تک پہنچایا، آپ نے ۴۲؍ برس تک تفسیر و حدیث اور دیگر علوم وفنون کی تدریس کا فریضہ انجام دیا، آپ کے تلامذہ اور مصباحی فضلا ملک اور دیگر کثیر ممالک میں دین و دعوت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے مریدین و متوسلین کے حلقے بھی قابلِ صد افتخار ہیں۔ آپ کا مزارِ اقدس جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مرجعِ خلائق ہے۔

حضور حافظ ملت کی سیرت کا ایک تابندہ پہلو تصویر کے بغیر حج وزیارت کا سفر کرنا ہے۔ اس عنوان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آپ عابد و زاہد، تہجد گزار اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ تصویر کھنچوانا حرام اور اشد حرام ہے۔ میں نبی کا قانون توڑ کر ان کے دیارِ پاک اور ان کی بارگاہِ ناز میں جانا گوارا نہیں کرتا، آپ برسوں سے پرسوز دعائیں فرماتے رہے، اس سلسلے میں سب سے زیادہ زمینی محنت حسان الہند حضرت بیکل اتساہی نے فرمائی۔ چند بد عقیدوں کی ہزار مخالفتوں کے باوجود آپ انڈیا اور سعودی عرب کے سفارت خانوں سے اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے، بیکل اتساہی کی تمام کوششیں تو بظاہر تھیں، اصل روح حضور حافظ ملت کی دعا تھی جو بارگاہ الٰہی میں منظور ہو چکی تھی، اصل حکومت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو عطا فرمائی ہے، وہ جس پر نگاہِ کرم فرما دیں اس کی ہر مشکل آسان فرما سکتے ہیں۔

مبارک پور سے حرمین شریفین کے سفر کا آغاز:

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے ۱۳؍ ذوقعدہ ۱۳۸۷ھ/ ۲۳؍ فروری ۱۹۶۷ء کو مبارک پور سے اپنے مقدس سفر کا آغاز فرمایا۔ الوداع کرنے اور دعائیں لینے والوں کا مجمع شوق بھی ہزاروں کا تھا، یہاں کے بعد بلرام پور، بھوج پور اور شہر مرادآباد میں بھی زبردست استقبالیہ اور الوداعیہ پروگرام ہوئے ۔۱۹؍ ذوقعدہ ۱۳۸۷ھ/یکم مارچ ۱۹۶۷ء کو شب میں مرادآباد سے ممبئی کے لیے تشریف لے گئے، ممبئی میں ملک کے مختلف مقامات سے آپ کے شیدائی بھی پہنچ گئے تھے۔ وہاں ۶؍ مارچ ۱۹۶۷ء تک پرجوش الوداعیے اور خوش کن تہنیتی جلسے ہوئے۔ دوسری جانب بیکل اتساہی حضور حافظ ملت کے ویزے کے لیے مسلسل دوڑتے رہے، آفس انچارج نہ جانے کن طاقتوں کے اشارے پر انکار بھی نہیں کرتا اور ویزا دیتا بھی نہیں تھا۔ اب ۷؍ مارچ بالکل آخری دن تھا، مظفری جہاز کے چھوٹنے میں بمشکل تمام چار پانچ گھنٹے رہ گئے، مگر افسوس صد افسوس حضرت بیکل اتساہی کو ویزا نہیں دیا، حضرت بیکل اتساہی اپنے مرشدِ گرامی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ساری داستان غم انتہائی افسردگی کے لہجے میں پیش کر دی۔ اب حضور حافظِ ملت نے اپنا روحانی تیور بدلا، پوری محفل پر غم کے بادل چھا گئے، اب کس کی مجال جو حضور حافظِ ملت کی بارگاہ میں زبان کھولے۔

حضور حافظِ ملت فرماتے ہیں:

"حاجی حفیظ اللہ صاحب کلکتہ والے جو ممبئی میری ملاقات کو آئے تھے، انھوں نے مجھ سے دبے لہجے میں کہا: "حضور اب تو فوٹو کھنچوا لینا چاہیے، بڑی مجبوری ہے۔" میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا، اپنے رب کو یاد کیا اور اس کے حبیب اکرم محمد

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالی میں عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللہ اُنْظُرْ حَالَنَا　　یَا حَبِیْبَ اللہ اِسمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُغْرَقٌ　　خُذْ یَدِی سَہِّل لَنَا اَشْقَالَنَا

(آدابِ حج وزیارت، ص:۶۰)

حضرت بیکلؔ اتساہی سے فرمایا: آپ ویزا لینے کے لیے پھر جائیے۔ موجود تمام حضرات سے فرمایا:

”آپ حضرات! براے کرم تشریف لے جائیں میں تھوڑی دیر تخلیہ چاہتا ہوں، اندر سے دروازہ بند کرلیتا ہوں اور خبر دار! اس وقت تک کوئی دروازہ نہ کھلوائے، جب تک بیکلؔ صاحب ویزا لے کر نہ آجائیں۔“

خدا جانے حضور نے کون سا عمل فرمایا، باہر تھوڑی دیر کے بعد ہچکیوں کی آواز آرہی تھی اور حضرت بیکلؔ اتساہی جو نہ جانے کا ارادہ کر کے آئے تھے، ان کے بھی سب کام بنتے چلے گئے، بیکلؔ اتساہی ویزے اور سارے کاغذات لے کر واپس آئے تو حضور حافظِ ملت اپنے کمرے میں رو رہے تھے، کمرہ بند تھا، ہچکیوں کی ہلکی ہلکی آواز باہر آرہی تھی۔ بیکلؔ اتساہی نے عرض کیا: حضور! کمرہ کھول دیجیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمالیا، سب کام مکمل ہوگئے۔ الحمد للہ! دروازہ کھلا، حضرت پسینے میں شرابور اور داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ یہ تین بجے دن کا وقت تھا، اسی وقت شیرینی منگائی گئی، فاتحہ ہوئی اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہوئی۔ ۴/ بجے قیام گاہ سے بندرگاہ کے لیے روانگی ہوئی، ۵/ بجے جہاز پر سوار ہوئے، ۵/ بج کر ۳۰/ منٹ پر نمازِ عصر ادا کی، اس کے بعد عرشے سے تمام حضرات کو الوداع کہا۔ رخصت ہوتے وقت **حضور حافظِ ملت نے اپنے مریدِ صادق حضرت بیکلؔ اتساہی سے فرمایا: ”یہاں پر آپ بٹھا رہے ہیں اور ان شاء اللہ جدہ بندرگاہ پر ہمیں آپ ہی اتاریں گے بھی۔“**

ممبئی بندرگاہ سے حرمِ کعبہ کی طرف:

مظفری جہاز میں آپ کے ہم جماعت بزرگ حضور مجاہدِ ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ قدس سرہ العزیز [م:۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/ ۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء] اور آپ کے برادرِ صغیر حضرت مولانا حکیم عبد الغفور قدس سرہ [م:۷/ نومبر ۱۹۹۹ء] بھی تھے۔

۵/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ/ ۱۶/ مارچ ۱۹۶۷ء عصر کے وقت جہاز جدہ بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا، نمازِ مغرب جہاز میں ادا کی گئی، امیگریشن سے فارغ ہوتے ہوتے عشا کا وقت ہوگیا۔ جدہ میں حضرت بیکلؔ اتساہی، حضرت مولانا محمد حنیف عزیزی مبارک پوری اور معلم سید احمد شیخ جمال ایلی استقبال کے لیے موجود تھے۔ عشا کی نماز پڑھ کر سب سے پہلے معلم صاحب حضرت کو اپنے جدہ آفس لے گئے، مختصر آرام ہوا اور پھر اپنی کار پر مکہ مکرمہ لائے۔

مکہ شریف میں شرعی ضروریات سے فارغ ہوئے، اس کے بعد ہندوستانی سفارت خانے میں آپ کو مدعو کیا گیا، استقبالیہ میں سفیر نے تمام حاضرین اور مدعوئین کے سامنے جو بیان دیا اسے ذیل میں پڑھیے:

”حضرات آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے، اس لیے آج ہمارے ملک کو جو مذہبی برتری حاصل ہوئی، وہ اس حیثیت سے شاید دنیا کے کسی ملک کو حاصل نہیں ہے، اس لیے کہ مذہب بیزاری کے دور میں جب کہ تصویر کھنچوانا ایک فیشن بن چکا ہے، **ایک ایسا خدا ترس اور دین دار بزرگ بھی موجود ہے، جس نے پاسِ شرع کو اس احتیاط کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا کہ حج کے لیے بھی تصویر نہیں کھنچوائی اور جس کے لیے بین الاقوامی بندھن کو بھی ڈھیلا ہونا پڑا، وہ ہیں حافظِ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب** جو آپ کے درمیان ہیں اور خوش بختی سے ہمارے ہی ملک کے باشندے ہیں۔“

مکہ مکرمہ میں آپ نے سنتوں کے مطابق حجِ مبرور کے تمام ارکان ادا فرمائے، جنت المعلیٰ میں مدفون اہلِ بیتِ کرام، صحابۂ عظام اور دیگر معزز شخصیات کی بارگاہوں میں فاتحہ پڑھی اور ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اسی درمیان ہند اور بیرون ہند کے مشائخ اور حجاج نے آپ سے ملاقاتیں فرمائیں۔

اب قافلۂ شوق کعبے کے کعبہ کی طرف:

۲۳/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ/ ۳/ اپریل ۱۹۶۷ء کو آپ کا قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوا، یہ ایک عجیب وغریب موقع ہوتا ہے، ایک طرف خانۂ خدا کو چھوڑنا جو انتہائی غم انگیز ہوتا ہے اور دوسری جانب مدینہ منورہ کی کشش ہوتی ہے، اسی مقام پر عاشقِ مصطفیٰ ﷺ امام احمد

رضا قادری قدس سرہ العزیز نے عرض کیا ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　　کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

مدینہ منورہ پہنچ کر قیام گاہ میں سامان رکھا، استنجا اور وضو سے فارغ ہوئے، اس کے بعد، مدنی تاجدار کے سچے دیوانوں کا یہ قافلہ سب سے پہلے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں انتہائی ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوا، یہ عشق و محبت اور دیوانگی و وارفتگی کے مرحلے ہوتے ہیں، ان دیوانوں نے کیا کہا، کیا مانگا، یہ دونوں عالم کے مالک و مختار داتا جانیں یا جھولی بھرنے والے بھکاری جانیں۔ اس کے بعد ریاض الجنہ میں اپنی جماعت سے عشا کی نماز ادا کی گئی اور پھر صلاۃ و سلام پیش کیا گیا۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر　　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ہاں تو ذکر تھا حضور حافظ ملت کے مدینہ منورہ میں خطاب کا، کچھ عرصہ قبل کسی بندۂ خدا نے نیٹ پر اس کو اپلوڈ کیا، ہم دل کی گہرائیوں سے ان کے شکر گزار ہیں، اے کاش! مدینہ منورہ میں مقام خطاب کی نشان دہی، ناظمِ محفل کا اسمِ گرامی اور اس وقت وہاں کون کون علما و مشائخ تھے، یہ سب بھی معلوم ہو جاتے تو اس طرح تاریخی ریکارڈ میں مزید چار چاند لگ جاتے۔

جہاں تک مدینہ منورہ میں خطابات کی بات ہے تو تحریری معلومات کی روشنی میں حضور حافظ ملت نے غالباً ۲/ بار نورانی محفلوں میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ فرمایا:

(۱) پنج شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۶/ اپریل ۱۹۶۷ء میں بعد نمازِ عشا حاجی ابراہیم داؤد افریقی کی جانب سے معلم غازی بافقیہ کے مکان پر مجلس ذکر رسول کی دعوت ہوئی، خصوصیت سے حضرت بیکلؔ اتساہی کی نعت خوانی اور اخیر میں حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کا فضائل مصطفیٰ ﷺ پر خطاب ہوا۔

(۲) ۲۸/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۸/ اپریل ۱۹۶۷ء میں عشق و معرفت کے عظیم بزرگ ضیاء الملۃ حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں خصوصی بزم خیر میلاد شریف کا اجتماع ہوا۔ اس وقت وہاں کثیر تعداد میں علما و مشائخ جلوہ گر تھے، یہ تین بزرگ تو یقینی تھے۔ شہزادۂ ضیاء الملۃ حضرت مولانا شاہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمہ، فاضلِ اشرفیہ حضرت علامہ شاہ قاری محمد مصلح الدین کراچوی علیہ الرحمہ پاکستان، حضرت مولانا حکیم عبد الغفور بھوج پوری علیہ الرحمہ۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں بزرگ بھی رہے ہوں، حضرت مولانا حافظ محمد حنیف عزیزی مبارک پوری علیہ الرحمہ اور فاضلِ اشرفیہ حضرت مولانا خلیل احمد پٹھان، خطیب و امام جامع مسجد درگاہ مہائمی علیہ الرحمہ ممبئی۔ اس اجتماع میں حضرت حسان الہند بیکلؔ اتساہی نے نعت شریف پیش کی اور حضور حافظ ملت کی تقریر فضائل مدینہ منورہ اور بارگاہِ رسول ﷺ کے بلند مقامات پر ہوئی۔ ہمارا اندازہ یہی ہے کہ حسبِ ذیل خطاب حضور ضیاء الملۃ قطبِ مدینہ کی درگاہ شریف ہی میں ہوا ہوگا۔ اب بلا تاخیر ذیل میں محترم ناظم کی دعوت اور حضور حافظِ ملت کا عشق انگیز خطاب ملاحظہ فرمائیے:

حضور حافظِ ملت کا مختصر تعارف اور دعوت:

حضرت ناظمِ محفل فرماتے ہیں:

”اب آپ حضرات کے سامنے پیکرِ فیض و کرم جلالۃ العلم حضرت علامہ مولانا عبد العزیز صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یو پی، ہندوستان جو اپنے ارشاداتِ گرامی سے نوازیں گے آپ کو، یہ پہلی شخصیت ہے جو سرزمینِ حرم پر بلا تصویر تشریف لائے ہیں اور یہ فخر کی بات ہے کہ سرکار نے بلایا اور یہ تشریف لائے، قانون سرکار کا ہے، حکومت ان کی ہے، کیا مجال ہے کہ کوئی رکاوٹ بنے، بہر حال یہ تشریف لائے ہیں، اب چند کلمات آپ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ درود پڑھ لیں۔“

مدینہ منورہ میں حضور حافظِ ملت کا خطاب:

درود شریف سے آغاز:

الحمد للہ ! الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیٔات اعمالنا ومن یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا إلٰہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا و نبینا وحبیبنا ومولانا محمدا عبدہ و رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ارسلہ، اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم* بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (سورۃ النساء: آیت:۶۴)

صدق اللہ مولانا العظیم و بلغ رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علیٰ ذلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین. درود شریف

[درمیان کا کچھ حصہ غائب ہے]۔۔۔۔۔۔بیکل، اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق و محبت میں بیکل ہیں، زندگی بھر بیکل رہے اور یہیں کے لیے بیکل رہے، حاضر ہوئے۔ اللہ کے حبیب سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے کرم فرمایا اور ان ہی کی مہربانیوں نے مجھے بھی......۔[یہاں سے سمجھ میں نہیں آیا]

وہ کون ہیں، یہ وہ جگہ ہے کہ میں شرعی روشنی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ مقام زمین پر تو کیا ہوگا، آسمان پر نہیں ہے، اللہ کے حبیب سیدِ عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو پروردگارِ عالم نے وہ مرتبۂ عُلیا عطا فرمایا ہے، وہ منصبِ کبریٰ عطا فرمایا ہے، وہ قدم پاک دیا ہے، وہ قدمِ پاک روئے زمین پر پڑ جائے تو وہ زمین عرش سے افضل ہو جائے۔

ایک اختلافی مسئلہ ہے، آپ یاد رکھیے گا، علما کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ کہتا ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ افضل ہے۔ دلائل اپنی جگہ پر ہیں۔ ایک فقہ کی کتاب حنفی مسلک پر، "درِ مختار" نہایت مستند، بہت معتبر کتاب ہے۔ صاحبِ درِ مختار اس مسئلے کو بیان کرتے چلے جا رہے ہیں ۔ یہ اختلافی مسئلہ ہے، یہ اختلافی مسئلہ ہے، کچھ علما کہہ رہے ہیں مکہ مکرمہ افضل ہے، کچھ کہہ رہے ہیں مدینہ طیبہ افضل ہے، چلے جا رہے ہیں بیان کرتے ہوئے، لیکن جس وقت میں مقامِ مصطفیٰ آتا ہے، اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ مقام آتا ہے جہاں ہم روزانہ حاضری دیتے ہیں، جہاں صلاۃ و سلام عرض کرتے ہیں، وہ گنبدِ خضریٰ کا جو مقام آتا ہے، وہ خواب گاہ محمد رسول اللہ ﷺ جو آتی ہے تو وہ اس کا استثنا کرتے ہیں ان الفاظ میں:

"الا مَاضَمَّ اَعْضَائُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَھُوَ اَفْضَلُ مُطْلَقًا حَتّٰی الْعَرْش والکرسی."

وہ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ جو مسئلہ اختلافی ہے، یہ باہر باہر تو ممکن ہے، کہا جا سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقامِ ابراہیم افضل ہے، بیت اللہ افضل ہے اور یہ افضل ہے، وہ افضل ہے، منیٰ کی وادی افضل ہے تو کس سے افضل ہے، مدینہ طیبہ کے جنگلوں سے کہا جا سکتا ہے، مدینہ طیبہ کے بازاروں سے کہا جا سکتا ہے، مدینہ طیبہ کے در و دیوار سے تقابل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، لیکن جو مقامِ مصطفیٰ ﷺ آتا ہے اس میں تقابل کی قطعی گنجائش نہیں ہے، وہ مستثنیٰ ہے اختلاف سے۔ الا ما ضمّ اعضائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. وہ مقام جو اللہ کے حبیب کی خواب گاہ ہے، جہاں حضور آرام فرما رہے ہیں، اگرچہ وہ زمین ہے لیکن وہ زمین بیت اللہ سے صرف نہیں ہے، مقامِ ابراہیم سے صرف نہیں ہے، حجرِ اسود سے صرف افضل نہیں ہے وہ تو عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ درود شریف.

قدمین مصطفیٰ ﷺ کے فضائل و مناقب:

حضور اقدس ﷺ کے اسمائے گرامی اس قدر کثیر ہیں، اس قدر کثیر ہیں، اس قدر کثیر ہیں کہ دو سو ایک تو صرف قصیدۂ بردہ شریف میں صاحبِ قصیدہ بردہ نے اور یہ دلائل الخیرات شریف میں صاحبِ دلائل الخیرات شریف نے شمار کرائے ہیں، دو سو ایک نام۔ اس میں ایک نام حضور کا "صاحب قدم" بھی ہے۔ حضور ﷺ، صاحب القدم۔

السلام علیك یا صاحب القدم. الصلاۃ والسلام علیك یا صاحب القدم.

بیان ہوتا ہے کہ دو پیر والا کون نہیں ہے، ارے جب تک ٹانگیں نہیں کٹتی ہیں، دو پیر ہوتے ہیں، کٹنے کے بعد ایک رہ جاتا ہے، یا دونوں کٹ جاتے ہیں، لیکن ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں، ساری دنیا میں دو پیر والے آدمی ہیں، مگر کون صاحب القدم ہیں، صاحب القدم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ وہ قدم ہے کہ یہ زمین پر آیا تو اس کو شرافت ملی، آسمان پر پہنچا تو اس کو عظمت ملی، پہلے پر، دوسرے پر، چوتھے پر، پانچویں پر، عرش پر، عرش پر قدم پڑا تو اب تک جھوم رہا ہے اور جھومتا رہے گا اور اس کو وہ فخر حاصل ہوا جو کبھی نہ ہوا۔ قدمِ مصطفیٰ ﷺ کی وہ عظمت ہے! حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

ز اوج رتبہ چہ پرسی تو ایں نمی دانی   کہ زیر پائے حبیب است عرشِ ربانی

اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مرتبۂ علیا کو مجھ سے پوچھتا ہے؟ کیا تجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ عرشِ مجید جس کو عرشِ عظیم فرمایا گیا

ہے،عرش کریم فرمایا گیا ہے، ساری کائنات سے اوپر ہے وہ، وہ تحت قدم ہے، جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ ۔زیر پائے حبیب است عرش ربانی، پاے مبارک کے نیچے ہے، یہ مرتبہ ہے قدمِ پاک کا کہ وہ اوپر ہے عرشِ مجید کے، یہ مت خیال کیجیے گا ہر گز ہر گز، یہ مطلب شعر کا کبھی مت سمجھیے گا کہ یہ کہ رہے ہیں شیخ، کہ جب حضور عرشِ مجید میں اس وقت معراج مقدس میں جب حضور تشریف لے گئے عرشِ مجید پر، تب اوپر تھا قدم اور نیچے آئے تو قدمِ پاک نیچے ہو گیا، یہ مطلب نہیں ہے، یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے بھائی، یہ مرتبہ کی بلندی بیان کر رہے ہیں شیخ "ز اوج رتبہ چہ پرسی تو ایں نمی دانی"۔ مرتبے کی بلندی کو بیان کر رہے ہیں شیخ، حضور کے مرتبے کی بلندی تو مجھ سے پوچھتا ہے تو مرتبہ میں جب حضور کا قدم اونچا ہے تو حضور کہیں بھی ہوں:

"صدر ہر جا کہ نشید است صدر است"

وہ ایک چٹائی پر بیٹھے ہیں، وہ چٹائی بلا شبہہ اس وقت میں عرش مجید سے افضل ہے، وہ خاک پر تشریف فرما ہوں تو یہ خاک بلا شبہہ اس وقت میں عرش مجید سے افضل ہے۔ اگر عرش سے پوچھے کوئی، کہ عرش تو عرش رہنا چاہتا ہے کہ تو فرش بننا چاہتا ہے، بشرطے کہ تجھ پر تشریف فرما ہوں جناب **محمد** رسولَ اللہ ﷺ ، تو عرش کہے گا کہ میں بجاے عرش کے فرش ہونا مانتا ہوں ، منظور کرتا ہوں کہ میرے اوپر تشریف رکھیں جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ ۔ ارے بھائی! یہ مت سمجھنا کہ حضور کو معراج ہوئی، براق پر سوار ہوئے تو حضور کو معراج ہوئی، حضور بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضور کو معراج ہوئی، آسمانِ اول پر تشریف لے گئے تو حضور کو معراج ہوئی، کرسی پر تشریف لے گئے تو حضور کو معراج ہوئی، عرش پر تشریف لے گئے تو معراج ہوئی حضور کو، نہیں بھائی ایسی بات نہیں ہے کہ معراج ہوئی حضور کو، تو معراج نے بتایا کہ حضور کا کیا مرتبہ ہے، جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ معراج کیا ہے۔ جبرئیل آئے، جب دیکھا کہ حضور آرام فرما رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے، لاؤ محبوب کو، اور محبوب خواب ناز میں ہیں تو کیا کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے؟ سبھی جانتے ہیں کہ کیا کیا ہے جبریل علیہ السلام نے۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہ کیا ہے کہ اپنی پیشانی کو پاے اقدس سے مَلا ہے **اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے قدمِ پاک کو اپنی پیشانی سے مَلا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس معراج میں یہ سبق دیا ہے۔**

تیری معراج محمد تو ہے قربِ معبود — میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

اللہ کے حبیب جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ کے قدمِ پاک تک جس کی رسائی ہو جائے اس کی معراج ہو جائے۔ اللہ کے حبیب کی معراج تو قربِ معبود ہے، یہ سب ان مقامات کی معراج ہے جہاں جہاں پر حضور تشریف لے گئے ہیں، براق پر سوار ہوئے تو براق کی معراج ہو گئی، بیت المقدس تشریف لے گئے تو بیت المقدس کی معراج ہو گئی، آسمانِ اول پر گئے تو اس کی معراج ہو گئی، دوم پر تشریف لے گئے تو اس کی معراج ہو گئی۔ جس جس سے ملاقات ہوئی اس کی معراج ہوئی، **محمد** رسول اللہ ﷺ کی معراج تو وہی ہے جو جبریل بتا رہے ہیں۔

تیری معراج محمد تو ہے قربِ معبود — میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

سبھی جانتے ہیں کہ پیر سے لے کر جتنے اعضا بھی ہیں، سب میں سر ہی افضل ہے۔ سر افضل ہے، سر افضل الاعضا ہے، اسی لیے شرعی عرف بھی ہے اور یہ بھی عرف ہے کہ سر بول کر پورا آدمی مراد لیا جاتا ہے، اس لیے کہ سر مدارِ زندگی ہے، اگر سر نہ ہو تو آدمی زندہ نہیں رہ سکتا ہے، سر کاٹ دیا جائے تو آدمی ختم ہو جائے گا، ہاتھ کاٹنے سے زندہ رہتا ہے، پیر کاٹنے سے تو زندہ رہتا ہے، اعضا کاٹ دینے سے زندہ رہتا ہے، لیکن سر کاٹ دینے سے زندہ نہیں رہتا ہے۔ سر افضل الاعضا ہے۔ سر مَلا ہے قدمِ پاک **محمد** رسول اللہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے۔

یہ بتا رہے ہیں کہ جبرئیل کا مقام جب ختم ہو جاتا ہے، وہاں سے قدمِ پاک شروع ہوتا ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

یہ وہ ارض مقدس ہے مدینہ طیبہ کی، وہ پاک زمین ہے مدینہ طیبہ کی، مدینہ طیبہ وہ مقام ہے کہ یہاں پر پروردگار عالم کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اور اس کا چھینٹا پڑ جاتا ہے، دائیں طرف بھی، بائیں طرف بھی، اِدھر بھی اُدھر بھی، سارے عالم کو یہیں سے فیض ملتا ہے، رحمت بٹتی ہے اور باڑا بٹتا ہے ۔ رحمۃ للعالمین جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ کا۔ ان کا مقام وہ ہے کہ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ہر چیز سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اپنے محبوب کا نور پیدا فرمایا:

حضرت بیکلؔ نے اسی سے شروع کیا تھا کہ یہ بزمِ مصطفیٰ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بزمِ مصطفیٰ ہے۔ ارے ساری کائنات بزمِ مصطفیٰ ہے۔ اوپر

بھی بزمِ مصطفیٰ ہے، نیچے بھی بزمِ مصطفیٰ ہے، تھا کیا کچھ نہ تھا۔ کان اللہ و لم یکن شئ. اللہ تھا اور کچھ نہ تھا، جب پروردگارِ عالم نے اپنی ربوبیت کا، اپنی قادریت کا اور اپنی معرفت کا اظہار فرمایا تو اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا:

"یَا جَابِرُ اِنَّ اللہَ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّکَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ مِنْ نُوْرِہٖ."

اے جابر! پروردگارِ عالم نے تمھارے نبی کے نور کو اپنے نور سے ساری کائنات سے پہلے پیدا فرمایا ہے اور پھر اسی نور سے ساری موجودات کو وجود بخشا ہے۔

آدم علیہ السلام کو وجود ملا اور روح بدن میں داخل ہوئی آنکھ کھولی، دیکھا عرشِ مجید کی پیشانی پر لکھا ہے۔"لا الٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم." "جنت کی طرف نظر کی، اس کے دروازے پر لکھا ہے"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ "، کھڑکیوں کی طرف دیکھا تو لکھا ہے"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ "، فرشتوں کی طرف نظر کی تو پیشانی پر لکھا ہے"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ "، **عرض کر دیا: "یا اللہ! من محمد؟" ارشادِ الٰہی ہوا: ارے آدم! ان کو پوچھتے ہو، ان کا کیا پوچھنا ہے، اگر پوچھتے ہو تو لو سنو: "یا آدم! لو لا محمد لما خلقتك ولا أرضًا ولا سماءً." اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمھیں پیدا کرتا، نہ زمین بناتا نہ آسمان بناتا،** اسی لیے تو حضرت شیخ فرماتے ہیں۔۔۔۔درود شریف پڑھ لیجیے........فرماتے ہیں۔

مقصودِ ذاتِ اُوست دِگر زندگی طُفیل　　　موجود نُور اُوست دِگر زندگی ظِلام

ساری کائنات میں نیچے سے اوپر تک، اللہ کا مقصود، جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، باقی سب طُفیلی ہیں، ان ہی کے طفیل میں پیدا کیے گئے ہیں، ان ہی کے صدقے میں وجود بخشا گیا ہے۔

مدینہ منورہ میں مدنی تاجدار ﷺ کی خوشبو:

یہ وہ مقام ہے کہ جو دار السلطنت ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ اللہ کے حبیب سلطنت فرما رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ اس مدینہ طیبہ میں سلطنت فرما رہے ہیں۔ میں تو زبان سے کہہ رہا ہوں، کیا بتایا جائے، میں تو بہت ہی گنہگار آدمی ہوں، لیکن جن کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہیں سلطنتِ مصطفیٰ ﷺ، وہ خوشبو جو آج سے پونے چودہ سو برس پہلے مدینہ کی گلیوں میں ہر دماغ سونگھتا تھا، آج بھی دماغ والے سونگھ رہے ہیں اس کو، وہی گلیوں میں، وہی سڑکوں میں اور وہی مدینے کے گلی کوچوں میں آج بھی سونگھ رہے ہیں۔ آج بھی، اس لیے کہ مدارج النبوۃ شریف میں۔ اس لیے کہ میں کوئی بات بلا حوالے کے نہیں کہتا ہوں، اس لیے کہ میں بہت ذمہ دار آدمی ہوں۔ میں نے جو یہ کہا آج وہی خوشبو جو پونے چودہ سو برس پہلے ہر دماغ سونگھتا تھا اور تلاش کرنے والے کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ حضور ادھر سے تشریف لے گئے ہیں، بوئے محمد رسول اللہ ﷺ رہنمائی فرماتی تھی، جو گزرتے تھے تو راستے مہک جاتے تھے، سڑکیں بس جاتی تھیں۔ راستے میں حضور اقدس ﷺ کی خوشبو سے راستہ مہک جاتا تھا، تلاش کرنے والا وہ سونگھ لیتا تھا کہ حضور ادھر سے تشریف لے گئے ہیں، تو اس وقت میں تو ہر دماغ سونگھتا تھا۔ نہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ خوشبو نہیں ہے، ہے وہ خوشبو ہے، لیکن آج اس کو سونگھنے کے لیے محبانِ محمد رسول اللہ ﷺ کا دماغ چاہیے، حضرت شیخ فرماتے ہیں، مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

"وبداں کہ ہنوز از در و دیوار مدینہ طیبہ روائے فاحش است کہ محبان بشامۂ محبت می جوید می۔"

"بداں" فرما رہے ہیں، "بداں" کا تعلق قلب سے ہوتا ہے، ہمیں جو استاذ نے میزان پڑھائی تھی تو اس میں "بداں" ہے، انھوں نے بتایا کہ دیکھو "بشنو" نہیں کہا، بشنو کا تعلق کان سے ہے، کان کی بات کا عالم یہ ہے کہ اِس کان سے سنی اُس کان سے اتار دی، بات ختم ہو گئی۔ اور "بداں" کا تعلق قلب سے ہے، یہ بتا رہے ہیں۔ یہ عقیدہ رکھو، یہ یقین رکھو، یہ اعتقاد رکھو آج بھی وہی خوشبو مدینہ طیبہ کے در و دیوار سے آ رہی ہے، فرق اتنا تھا کہ اس وقت ہر دماغ سونگھتا تھا، آج محبانِ محمد رسول اللہ ﷺ سونگھتے ہیں وہ خوشبو، میں نے اس پر غور کیا تو میں نے سمجھا نہیں بلکہ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ نے ضرور سونگھی ہے وہ خوشبو۔ بتا رہے ہیں کہ ذرا عشق کی تاثیر پیدا کرو، قلب میں محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو جگہ دو، قلب میں محبت محمد رسول اللہ ﷺ رکھو، لگاؤ رکھو، لَو لگاؤ، لَو لگا لو، لَو لگاؤ، تو تمھارا دماغ ضرور کھل جائے گا، جیسے کہ آنکھیں کھل جاتی ہیں، ہماری آنکھیں تو بند ہیں بھائی! مگر جن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کا یہ عالم ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللہِ جَمْعًا　　　کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالِیْ

میں نے اللہ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا، تمام کیوں کہہ دیا؟ تمام کا لفظ تو اس میں نہیں ہے میں نے جو پڑھا ہے شعر۔

نَظَرْتُ اِلیٰ بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَخَرْدَلَۃٍ عَلیٰ حُکْمِ اِتِّصَالِی

میں ترجمہ صحیح کر رہا ہوں، اس لیے کہ جمع کی اضافت استغراق کا افادہ کرتی ہے "بلاد اللہ" ہے اور "بلاد" بلد کی جمع ہے اور جمع کی اضافت ہو رہی ہے اللہ کی طرف، تو اللہ کے جتنے شہر ہیں سب کو میں نے دیکھا تو ایسا پایا کہ جیسے کہ رائی کا دانہ ہتھیلی کے اوپر رکھا ہوا ہے، یہ نظر والے دیکھتے ہیں، جن کی آنکھ کھل گئی ہے۔

حضرت فاروق اعظم کا جمعہ کے منبر سے نہاوند کے میدانِ جنگ میں رہنمائی فرمانا:

یہی مدینہ طیبہ ہے، یہ ہی مسجدِ نبوی ہے، یہ ہی منبر ہے رسول ﷺ کا، پوچھ لو اس منبرِ رسول سے آج بھی وہ ہے اور پوچھو، علم والوں سے، کہ اسی منبر رسول پر، اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے خطبے میں کیا کہا تھا، کیا یہ نہیں کہا تھا "یا سارية الجبل الجبل" کہا تھا اور بلاشبہ کہا تھا، منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے اور خطبے میں انھوں نے یہ فرمایا "یا سارية الجبل البجل الجبل" لوگوں نے تاریخ اور وقت نوٹ کیا اور جب حضرت ساریہ سپہ سالار لشکر نہاوند سے واپس ہوئے فاتحانہ شان سے تو ان سے دریافت کیا کہ فلاں وقت فلاں تاریخ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پکارا تھا، کیا تم نے وہ آواز سنی تھی، ارے واہ! پوچھ رہے ہو کہ آواز سنی تھی؟ سنی تھی! اسی آواز کا صدقہ ہے کہ ہم کامیاب ہوئے، ورنہ ہم تو ایسے پیس دیے گئے تھے جیسے چکی کے دونوں پاٹ میں غلہ پستا ہے۔

کیا بات تھی، تو بات یہ تھی کہ پہاڑ ہماری پشت پر تھا، جنگ ہو رہی تھی، اس کا لشکر ہمارے سامنے تھا، ہم بے خبر تھے پہاڑ سے، ہم تو سمجھ رہے تھے کہ پہاڑ ہماری پشت پر ہے، پشت پناہی کر رہا ہے پہاڑ، ہم سامنے کی طرف متوجہ تھے، میرے کان میں آواز آئی تو میں نے دیکھا کہ اوہ! یہ حضرت عمر پکار رہے ہیں، تو فوراً میں نے لشکر کے دو دستے کیے، ایک اِدھر رکھا ایک کو اُدھر متوجہ کیا تو اُدھر کا لشکر پہاڑ سے حملہ کرنا ہی چاہتا تھا، اللہ نے دونوں لشکروں کو فتح دی۔ کہاں ہے نہاوند پوچھو؟ پوچھنا بعد میں۔

میں آپ کو اس روایت کے الفاظ سنائے دیتا ہوں "خمس مائة فراسخ" آیا ہے "خمس مائة فراسخ"، مدینہ طیبہ سے ملک نہاوند کا فاصلہ پانچ سو فرسخ ہے، ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، پندرہ سو میل پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آنکھ سے دیکھا ہے جو آنکھ اللہ کے حبیب ﷺ نے کھول دی ہے حضرت عمر کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو نور عطا فرمایا ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے، اس کھلی ہوئی آنکھ سے پندرہ سو میل پر انھوں نے دیکھا ہے اور میں سمجھا ہوں اس روایت سے کہ یہ بات نہیں ہے کہ پندرہ سو میل تک تو دیکھ سکتے ہیں اور سولہ سو میل تک نہیں دیکھ سکتے اور دو ہزار میل تک نہیں دیکھ سکتے۔ یہ تو واقعہ ہے پندرہ سو میل کا، ارے! جب آنکھ کھلی ہے تو اس آنکھ کے لیے نہ دیوار حاجب ہے، نہ پہاڑ حاجب ہے، نہ درخت حاجب ہے، کوئی چیز حاجب نہیں تو پندرہ سو میل ہو یا پندرہ ہزار میل ہو، وہ تو کھلی ہوئی آنکھ ہے، یہ عالم ہے عرفا کا، عارف باللہ کا۔ جو عارف باللہ ہے، ولی کامل ہے، اللہ نے جسے عرفان کی دولت سے سرفراز ا ہے، وہ یہاں بیٹھا ہوا ہے آپ کے سامنے، اور کوہِ قاف میں کالے پتھر پر کالا مچھر بیٹھا ہوا ہے، اس کی نظر کے سامنے ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ کالا مچھر ہے، تو یہ آنکھ وہ آنکھ ہے جو کھل جاتی ہے، جس طرح سے یہ آنکھ کھل کر سب کچھ دیکھتی ہے، دماغ کھل کر سب کچھ سونگھتا ہے۔

یہ بات ہے۔ مدینہ طیبہ کی گلیاں اب بھی وہ فیوض اور برکات محمد رسول اللہ ﷺ برابر تقسیم کر رہی ہیں اور وہ فیض جاری ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کا، دروازہ بند نہیں ہوا ہے، نہیں ہوا ہے، نہیں ہوا ہے، فیض جاری ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا، کون کہہ سکتا ہے کہ صرف صدیق کو شرفِ صداقت دے دی اور عمر فاروق کو عدالت دے دی اور عثمان کو غنی کر دیا اور مولائے کائنات کو ولایت دے دی تو دروازہ بند کر لیا، نہیں وہ رحمة للعالمین ہیں اور رحمة للعالمین، قیامت تک کے لیے ہیں، ابد الآباد تک کے لیے وہ دروازہ بند نہیں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ۔۔۔۔ درود شریف پڑھیے ذرا۔ بہت اچھا کہا ہے، حقیقت کہی ہے بالکل، وہ کہتا ہے

ترے مے کدے میں کمی ہے کیا، جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے

جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے، وہی جام ہے

صرف پہلے مصرع تک کچھ نامکمل خطاب موجود ہے، دوسرا مصرع ہم نے اس کے ساتھ لگا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ایک نایاب خطاب مسلمانوں کو سننے کو ملا، روح باغ باغ ہو گئی، اللہ تعالیٰ فضائل مدینہ منورہ اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل اس خطاب کو محفوظ رکھنے اور نیٹ پر اپلوڈ کرنے والوں کو جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

ہدیۂ تشکر

پچیسواں سلور جبلی فقہی سیمینار کے

سپاس نامے

سپاس نامہ

بخدمت گل گلزار برکاتیت، امین ملت، حضرت شاہ پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ہمارے لیے بڑی مسرت وشادمانی کا موقع ہے کہ آج ہم ملک وملت کے مایۂ ناز علماے کرام ومفتیان عظام کی اِس حسین انجمن میں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی جانب سے اپنے دیرینہ مُحسن وکرم فرما، امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہِ عالی جاہ میں ”سپاس نامہ“ پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

۱۵/ اگست ۱۹۵۲ء/ ۱۷/ ۱۳۷۱ھ میں حضور امین ملت کی ولادت ہوئی، درگاہِ معلّٰی مارہرہ مطہرہ کے مدرسہ قاسم العلوم سے تعلیم کا آغاز فرمایا، منشی سعد الدین سے ابتدائی اردو پڑھی، والد ماجد حضور احسن العلماء اور حافظ عبد الرحمٰن صاحب سے قرآن کریم کا درس لیا، بعض کتابیں اپنی والدہ ماجدہ اور پھوپھیوں سے پڑھیں، علم تکسیر کے ابتدائی اسباق اپنے تایاجان حضور سید العلماء سے پڑھے، پھر مزید علوم وفنون کی تحصیل کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایم اے (M,A) کیا، پھر ۱۹۸۱ء میں وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

شیخ طریقت تاج العلماء حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ نے بچپن ہی میں آپ کو مرید کرکے خلافت واجازت سے سرفراز فرمادیا تھا، والد ماجد حضور احسن العلماء نے اپنی جانشینی کے دن تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور عرس رضوی کے موقع پر تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے ایک دن میں تین بار خلافت عطا فرمائی، اس طرح آپ مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف دونوں کے کامل فیوض وبرکات کے مجمع البحرین ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لیکچرر کی حیثیت سے تدریس کا آغاز فرمایا، پھر ۱۹۸۳ء میں بحیثیت صدر شعبۂ اردو، سینٹ جانس کالج، آگرہ تشریف لے گئے اور قریب آٹھ سال وہاں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں براہ راست ریڈر کے عہدہ پر تقرر ہوا، پھر پروفیسر ہوئے اور اب ایک کامیاب سینئر پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی مجلس شوریٰ کے سرپرست اور رکن اعلیٰ ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کی قیادت وسرپرستی میں ”مجلس برکات“ کا قیام عمل میں آیا، جس سے درس نظامی کی تقریباً تمام کتابیں نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ طبع ہو رہی ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں آپ نے دینی ماحول میں عصری تعلیم فراہم کرنے کے لیے علی گڑھ کی سرزمین پر ” البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ“ قائم کیا اور اسی سال مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا احیا بھی فرمایا، آج کا یہ فقہی سیمینار اسی مجلس کے زیر انتظام جاری ہے۔ ۲۰۱۲ء میں دینی تعلیم کے فروغ وارتقا کے لیے مارہرہ مطہرہ میں ” جامعہ احسن البرکات“ قائم فرمایا۔ اور ۲۰۱۴ء میں علی گڑھ کے اندر فارغین مدارس کی مزید تعلیم وتربیت کے لیے ”البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ“ کی بنا ڈالی، اس میں فارغین مدارس کو مع وظیفہ اعلیٰ دینی وعصری تعلیم وتربیت کا معقول انتظام ہے۔

آپ امت مسلمہ کے ہر دل عزیز واعظ اور قادر الکلام خطیب ہیں، جلسوں کے علاوہ یونیورسٹیز میں توسیعی خطبات کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں، عام طور پر سیمیناروں اور کانفرنسوں کی صدارت فرماتے ہیں، ہندو بیرون ہند کے سیکڑوں مدارس اسلامیہ کے سرپرست ہیں۔ ہندو بیرون ہند آپ کے لاکھوں مریدین و

معتقدین ہیں۔ اخلاق وکردار، اخلاص وللّٰہیت، جود وسخا اور تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان صفات حمیدہ کے ساتھ آپ ایک عظیم محقق اور بلند پایہ مصنف ومؤلف بھی ہیں، ترجمہ نگاری اور شعر وادب میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی درج ذیل کتابیں ہمارے اس قول کی موید ہیں:

● سید شاہ برکت اللّٰہ حیات اور علمی کارنامے ● ترجمہ سراج العوارف ● ترجمہ رسالہ چہار انواع ● آداب السالکین ● ادب، ادیب اور اصناف ● قائم چاندپوری حالات اور علمی کارنامے ● میر تقی میر ● شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ۔

حضرت امین ملت اپنے اسلاف قدست اسرارہم کے علمی وفکری مشن کو آگے بڑھانے میں شب وروز مصروف عمل ہیں اور دین وسنیت کی بیش بہا خدمات انجام دینے کی وجہ سے دَور حاضر کے مشائخ کرام کی صف میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ ذاتی طور پر انتہائی سنجیدہ، خوش اخلاق اور رحم دل ہیں۔ آج علی گڑھ میں سنیت اور خوش عقیدگی کا جو بول بالا ہے، اس میں آپ کے گراں قدر تعاون اور مخلصانہ سرپرستی کا اہم کردار ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے طفیل حضرت امین ملت دام ظلہ کا سایہ عالم اسلام پر درازسے دراز تر فرمائے اور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے فیوض وبرکات اِس گلستان علم وفن پر ہمیشہ جاری رہیں۔ آمین بجاہ حبیبك سید المرسلین، علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والتسلیم.

مورخہ: ۲۰؍ ربیع النور ۱۴۴۰ھ	عبد الحفیظ عفی عنہ
۲۹؍ نومبر ۲۰۱۸ء	سرپرست مجلس شرعی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ

بخدمت گرامی مفتی مالوہ حضرت مفتی **محمد حبیب یار خان قادری** دام ظلہ

صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم نوری، اندور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * نحمدہ و نصلي علی رسولہ الکریم

نہایت ہی مسرت کی بات ہے کہ مجلس شرعی کے پچیسویں فقہی سیمینار کے موقع پر مجلس شرعی آج مفتی مالوہ حضرت مفتی محمد حبیب یار خان قادری دام ظلہ العالی کی گوناگوں دینی وعلمی، تعمیری وتنظیمی، تبلیغی واصلاحی اور تدریسی وتصنیفی خدمات کے اعتراف میں سپاس نامہ پیش کر رہی ہے۔

مفتی صاحب کی ولادت ۱۱؍ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۷؍ ستمبر ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ مقام محلہ جونا رسالہ، اندور سٹی، اندور، مدھیہ پردیش میں ہوئی، آپ کے والد ماجد منشی محمد حسن یار خان مرحوم تھے۔ حفظ وقراءت کی تکمیل جامعہ عربیہ اسلامیہ میں کی، پھر درس نظامی کے لیے دار العلوم نوری، اندور، اور جامعہ حبیبیہ، الہ آباد کا تعلیمی سفر کیا۔ بالآخر یہ تعلیمی سفر دار العلوم امجدیہ، ناگ پور پہنچ کر اختتام پذیر ہوا اور سند ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ ان مدارس میں آپ نے مفتی مالوہ مفتی رضوان الرحمٰن، مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی غلام محمد خان، مولانا سید مقبول حسین حبیبی اور مفتی عاشق الرحمٰن حبیبی جیسے اساتذہ سے اکتساب علم وفیض کیا۔ یوں تو آپ مفتی مالوہ کے منصب پر مفتی رضوان الرحمٰن قدس سرہ کی وفات کے بعد فائز ہوئے لیکن منصبِ مفتی مالوہ کی بشارت دور طالب علمی ہی میں آپ کے مرشد گرامی حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دے دی تھی جب حضور مفتی اعظم ہند نے آپ سے فرمایا: "آپ دل لگا کر خوب محنت سے پڑھیے، مفتی رضوان الرحمٰن بہت کمزور ہوگئے ہیں، ان کے بعد آپ کو اندور کا مفتی بننا ہے۔"

حضور مفتی اعظم ہند نے نہ صرف آپ کو مفتی مالوہ بنایا بلکہ اپنی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور مفتی اعظم ہند کے پیر خانہ کے دو شہزادوں امین ملت حضرت سید محمد امین میاں برکاتی اور رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر برکاتی دامت برکاتہم العالیہ سے بھی آپ کو خلافت کی نعمت نصیب ہوئی۔

آپ تقریباً چالیس سالوں سے اپنے مادر علمی "دار العلوم نوری" اندور میں ابتداءً حفظ پھر بعد میں درس نظامی از ابتدا تا دورۂ حدیث کی تدریس بحیثیت استاذ اور صدر المدرسین وشیخ الحدیث انجام دے رہے ہیں۔

تحریر وقلم سے بھی آپ کا رشتہ مضبوط رہا ہے آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں، مثلاً: تھانوی کا فقہی مقام، نورانی لمحات، حیّ علی الصلوٰۃ، امام احمد رضا دین کی کسوٹی وغیرہ۔ ان کے علاوہ دو جلدوں میں آپ کے فتاویٰ زیر ترتیب ہیں۔ نیز مضامین، دیباچے، مقدمے اور تعارف وغیرہ الگ ہیں۔ آپ نے دین وسنیت کے فروغ کے لیے وسط ہند بالخصوص اندور، مالوہ اور قرب وجوار میں دورے کیے، مدارس ومساجد قائم فرمائے اور ان کے انصرام وانتظام میں بھی حصہ لیا، جلسے،

جلوس، کانفرنس اور سیمینار کرائے۔ فی الوقت تقریباً ایک درجن دارالعلوم، مدارس و مساجد اور دینی تبلیغی اداروں کی سرپرستی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اس وقت مصلیان جامع مسجد کی خدمت خصوصاً جمعہ کے خطبات، تنظیم اہل سنت اور دارالعلوم نوری کا اہتمام و انصرام، دار الافتا مرکز اہل سنت، جامع مسجد شہر اندور کی مصروفیات، تربیت افتا کی نگرانی اور ان فتاوی کو "ماہنامہ پیغام رسول" میں ماہ بماہ اشاعت کے لیے بھیجنا، تحفظ شریعت بورڈ مالوہ اندور کے تحت طلاق و نان نفقہ وغیرہ عائلی معاملات کی سماعت اور اس کے بعد فریقین کو اللہ و رسول کے احکام کے مطابق فیصلوں پر آمادہ کر کے ان پر عمل درآمد کرانا جیسے امور آپ کی نگرانی میں انجام پا رہے ہیں۔

آپ نے ۲۰۱۰ء میں مجلس شرعی کے ۱۷ ویں فقہی سیمینار کے انتظام و اہتمام کی ذمہ داری اپنے سر لی اور سرزمین اندور میں بحسن وخوبی کامیابی سے ہم کنار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

مورخہ: ۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ

بخدمت گرامی حضرت مولانا حافظ و قاری **محمد شاکر نوری** مدظلہ العالی

[امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ حامداً و مصلیاً و مسلماً

بڑی خوشی کی بات ہے کہ مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اپنے پچیسویں فقہی سیمینار میں امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری کی گراں قدر دینی، علمی، دعوتی اور تبلیغی خدمات کے اعتراف میں انھیں "سپاس نامہ" تفویض کر رہی ہے۔

آپ کا پورا نام محمد شاکر میمن نوری ابن عبدالکریم میمن نوری ابن جناب محمد ابراہیم مرحوم ہے۔ جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ، صوبہ گجرات میں ۱۷/ مارچ ۱۹۶۰ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ابتدا سے لے کر میٹرک کی تعلیم جوناگڑھ میں حاصل کی، اس دوران ابتدائی عربی اور دینیات کی تعلیم اپنی ہمشیرہ زرینہ بانو مرحومہ سے پائی اور ناظرہ قرآن مسجد رضا کے امام مولانا عبداللہ رضوی کے پاس مکمل کیا اور دینی استفادہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند الحاج شیخ نور محمد معرفانی سے کیا۔ بچپن ہی میں مفتی اعظم ہند سے مرید ہو گئے تھے۔ یہ حسن اتفاق کہ مولانا بھی نوری ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی نوری ہیں اور آپ کے والد مرحوم بھی نوری تھے۔ میٹرک کے بعد ۱۹۷۶ء میں مدرسہ عرفان العلوم [اپلیٹہ] اور دارالعلوم مسکینیہ [دھوراجی] میں حفظ قرآن مکمل کیا اور وہیں تجوید و قراءت کا کورس بھی کیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۱ء/ ۱۹۸۲ء میں ممبئی چلے آئے اور مزید تحصیل علم کے لیے سنی دارالعلوم محمدیہ، ممبئی میں داخلہ لیا، جماعت خامسہ تک درس نظامی کا نصاب پڑھا اور بغیر نصاب کے بہت کچھ پڑھا۔ کچھ دن کل وقتی طور پر کپڑوں کی تجارت کی اور پھر مستقل طور پر تبلیغ دین اور اشاعت مذہب حق کے میدان میں آ گئے۔

سنی دارالعلوم محمدیہ میں دوران تعلیم اور بعد میں بھی اشرف العلماء حضرت مولانا شاہ سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے رہے۔ مولانا محمد شاکر نوری کو سجادہ نشین آستانۂ غوث اعظم قادریہ [بغداد شریف]، شہزادہ سید العلماء حضرت سید حسنین میاں نظمی مارہروی علیہ الرحمہ [مارہرہ شریف] اور حضرت مولانا قاری امانت رسول قادری [پیلی بھیت] نے مختلف سلاسل کی اجازت و خلافت دی۔

آپ نے اپنے اساتذہ، معتمد علیہ علما اور دردمند ساتھیوں کے ساتھ مل کر ۵/ ستمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ "سنی دعوت اسلامی" کے نام سے ممبئی ہی میں ایک دینی و علمی تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس کے زیر انتظام دینی کام کا آغاز کیا۔ ابتدا میں اس تحریک کا دائرہ کار شہر ممبئی تک محدود تھا پھر صوبائی سطح پر یہ سلسلہ دراز ہوا اور اس وقت یہ ملکی حدود کو پار کرتے ہوئے ایشیا و یورپ کے ایک درجن سے زائد ممالک میں اپنی خدمات کی سوغات لٹا رہی ہے۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام کئی اہم تعلیمی، تبلیغی، تعمیری، رفاہی اور نشریاتی شعبہ جات قائم ہوئے۔ نشریاتی شعبے کے زیر اہتمام "مکتبہ طیبہ" کے نام سے طباعتی ادارہ اور "ادارہ معارف اسلامی" کے نام سے تحقیقی ادارہ قائم کیا جن سے کتابوں کی طباعت و اشاعت ہوتی ہے۔ مکتبہ طیبہ اور ادارہ معارف اسلامی نے اب تک اردو، ہندی، انگریزی میں مختلف موضوعات پر ایک سو کے قریب کتابیں شائع کی ہیں۔ اسی شعبے کے تحت جنوری ۲۰۰۵ء سے دسمبر ۲۰۱۰ تک سہ ماہی اور جنوری ۲۰۱۱ء سے تا حال مسلسل ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی کی اشاعت ہو رہی ہے۔ مولانا محمد شاکر نوری نے اگرچہ باضابطہ تدریسی کام نہیں کیا، ابتدا میں کچھ مہینے سنی دارالعلوم محمدیہ، ممبئی اور دارالعلوم اشرفیہ رزاقیہ، بھیونڈی میں حفظ کی درس گاہ میں معین المدرسین کا منصب سنبھالا، اور بس۔

لیکن تحریر وقلم سے لگاؤ ضرور رکھا، رسالوں میں مضامین بھی لکھے اور مختلف موضوعات پر کتابچے اور کتابیں بھی تحریر کیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں: (۱) برکات شریعت (۲) برکات شریعت برائے خواتین (۳) گلدستہ سیرت النبی (۴) ماہ رمضان کیسے گزاریں؟ (۵) عظمت ماہ محرم اور امام حسین (۶) امام احمد رضا اور اہتمام نماز (۷) تحفۂ نکاح (۸) قوموں کی تباہی کا اصلی سبب (۹) مژدۂ بخشش: [نعتیہ مجموعہ] (۱۰) مومن کے اوصاف (۱۱) قرآن کا پیغام انسانیت کے نام (۱۲) ناشکری: نعمتوں کے زوال کا سبب (۱۳) قرآنی بشارتیں۔

مولانا محمد شاکر نوری ایک باکمال خطیب، دوربیں منتظم اور کئی درجن دینی وعصری تعلیمی اداروں کے سربراہ ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ بیرون ملک بھی ان کی مفید اور موثر تقریریں ہوتی ہیں۔ وہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے فرمان "زمین کے اوپر، زمین کے نیچے آرام" اور "ہر مخالفت کا جواب کام" پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ عمدہ اخلاق وکردار کے مالک ہیں، علما ومشائخ سے برابر رابطے میں رہتے ہیں اور ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت انھوں نے مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کا گیارہواں فقہی سیمینار ممبئی [منعقدہ: ۲۹/ ۳۰/ ۳۱/ جولائی ۲۰۰۵ء] اور اٹھارہواں فقہی سیمینار مہاپولی، بھیونڈی [منعقدہ: ۲۲/ ۲۳/ ۲۴/ جنوری ۲۰۱۱ء] کی سرزمین پر اپنی تنظیم کے زیر اہتمام منعقد کروایا اور ممبئی شہر میں ان فیصلوں کا اعلان عام ہوا۔ اللہ انھیں اور ان کے تمام رفقا کو اس کا بہتر صلہ دارین میں عطا فرمائے اور مزید دینی وعلمی کام کی توفیق بخشے، آمین۔

مورخہ: ۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبد الحفیظ عفی عنہ

۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ

بخدمت حضرت مولانا **مفتی ایاز احمد مصباحی** علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❋ حامداً و مصلیاً و مسلماً

انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ اپنے ۲۵ ویں فقہی سیمینار کے مبارک موقع پر حضرت مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی علیہ الرحمہ [متوفی: ۷/ ۲۷/ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ/ ۱۷/ نومبر ۲۰۱۷ء] کو ان کی دینی، علمی، دعوتی، اصلاحی، تنظیمی اور تدریسی خدمات کے اعتراف میں سپاس نامہ اور اعزازی سند پیش کر رہی ہے۔ [اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین]

آپ کی ولادت ۸/ ستمبر ۱۹۶۶ء کو مارواڑی کل، حاجی نگر [کولکاتا] میں ایک دینی وعلمی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نثار احمد مصباحی علیہ الرحمہ [متوفی: صفر ۱۴۰۰ھ/ ۹/ ۱۹۷۹ء] جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے فارغ التحصیل ایک باعمل، خوش اخلاق اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہنے والے عالم دین تھے۔ والد ماجد کے زیر سایہ مفتی ایاز احمد مصباحی کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اسلامیہ فری پرائمری اسکول [آدرش ہندی ودیالیہ] مارواڑی کل، حاجی نگر میں ہوئی۔ دینی تعلیم کے بنیادی نقوش اور طلب علم دین کا شوق فراواں والد ماجد کی توجہات نے عطا کر دیا تھا، اس لیے ۱۹۸۱ء میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے اور جماعت اعدادیہ سے فضیلت تک مکمل تعلیم یہیں حاصل کی۔ ۱۰/ جنوری ۱۹۸۹ء کو علما ومشائخ کے ہاتھوں سالانہ عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ بدر العلوم [جسپور، نینی تال]، جامعہ عزیز العلوم [بھوج پور، مراد آباد] اور دار العلوم اہل سنت جامعہ طیبہ [شاہ آباد، رام پور] میں تدریسی خدمات انجام دیں، اخیر میں جامعہ قادریہ، کونڈوا [پونے، مہاراشٹر] میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے آپ کو بلایا گیا، آپ نے وہاں پہنچ کر قابل قدر اور لائق تحسین دینی، ملی، دعوتی، اصلاحی اور تنظیمی خدمات انجام دیں، آپ نے ہمیشہ ضرورت اور کام پر نگاہ رکھی، یہی وجہ ہے کہ عورتوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے "مدرسۃ البنات" قائم کیا، نونہالوں میں دینی شعور پیدا کرنے کے لیے اسلامی مکاتب کی تاسیس کی اور شہر پونہ میں کئی مسجدوں کی بنیاد رکھی۔ جامعہ قادریہ کو تعلیمی ونصابی اعتبار سے عروج دینے میں ہمہ وقت کوشاں رہے یہاں تک کہ اسے شہر پونہ کا سرفہرست دار العلوم تسلیم کیا جانے لگا۔ آپ ہی کی کوششوں سے مجلس شرعی کا اکیسواں فقہی سیمینار جامعہ قادریہ، پونہ میں منعقد ہوا، جو بڑے نظم ونسق کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

آپ ایک متحرک، فعال، باصلاحیت، مخلص عالم دین اور حالات پر گہری نظر رکھنے والے مدبر اور اچھے منتظم تھے۔ اپنے مادر علمی جامعہ اشرفیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے، دین ومسلک کی ترویج واشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ انھیں خدمات کی بنیاد پر فقیر عزیزی [عبد الحفیظ عفی عنہ، سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ] نے آپ کو سلسلہ قادریہ عزیزیہ کی خلافت واجازت دی، تاکہ وہ اس ذریعہ سے بھی دین حق کا کام کریں۔

اپنی اصلاحی و تنظیمی مصروفیات کے باوجود آپ نے مختلف مضامین اور مقالات بھی لکھے، ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ کیا اور کچھ کتابیں مرتب کر کے شائع کرائیں، ان میں حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کا ایک خطاب ”موبائل فون کے ذریعہ خبر استفاضہ کا ثبوت“ بھی ہے۔ جسے انھوں نے اپنے اہتمام سے طبع کرایا۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کی خدمات اور جامعہ اشرفیہ سے ان کے والہانہ تعلقات کے نقوش ہمارے سامنے ضرور ہیں، مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ کے ارکان ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

مورخہ: ۲۰؍ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۹؍ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ
بخدمت ذمہ داران تحریک دعوت اسلامی، ہند

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور پچیسویں فقہی سمینار کے موقع پر عالمی تحریک دعوت اسلامی (انڈیا) کے ذمہ داران کو ان کی دینی و دعوتی خدمات کے اعتراف میں سپاس نامہ تفویض کر رہی ہے۔

دعوت اسلامی اہل سنت کی سب سے عظیم دعوتی اور اصلاحی تحریک ہے، ۱۹۸۱ء میں حضور حافظ ملت کے شاگرد رشید، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری پاکستان تشریف لے گئے، اور حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے مکان پر علما و مشائخ کی موجودگی میں تحریک دعوت اسلامی کی بنیاد رکھی، تحریک کا دستور العمل تیار کیا، اس کے اغراض و مقاصد واضح کیے، اور اسی وقت حضرت مولانا الیاس عطار قادری رضوی ضیائی کو اس تحریک کا امیر نامزد کیا۔

دعوت اسلامی تبلیغ قرآن و سنت کی عالمی، غیر سیاسی اور پر امن تحریک ہے، اس تحریک کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد فرد اور معاشرے کی اصلاح ہے، تحریک اپنا مدنی مقصد ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ ”مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے، ان شاء اللہ عزوجل“ اور اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے مدنی انعامات پر عمل، اور مدنی قافلوں میں سفر کو ناگزیر قرار دیتی ہے۔ دعوت اسلامی روز اول ہی سے تبلیغ دین، احیائے سنت، اصلاح امت، اور خدمت خلق میں مصروف ہے، بفضلہ تعالیٰ دعوت اسلامی اس وقت ۹۲ شعبہ جات میں کام کر رہی ہے، اور اب تک دنیا کے ۲۰۰ ممالک میں اپنا پیغام پہنچا چکی ہے، ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں دعوت اسلامی کے علمی اور تربیتی مراکز و مدارس قائم ہیں۔

دعوت اسلامی نے علم دین کے فروغ و اشاعت کے لیے ملک و بیرون ملک میں بے شمار مدارس و جامعات اور اسلامی اسکول قائم کیے، دعوت اسلامی کے تعلیمی ادارے مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ اور دار المدینہ کے نام سے معروف ہیں، جب کہ اس کے تربیتی مراکز فیضان مدینہ کے نام سے مشہور ہیں، دعوت اسلامی نے تحریری کام کو معقولی اور تحقیقی شکل میں پیش کرنے کے لیے المدینۃ العلمیہ کے نام سے ایک اہم ادارہ قائم کیا ہے، جو بلا شبہ علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک اہم اضافہ ہے، اس ادارے کے کئی ذیلی شعبے ہیں، جن سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے کتب و رسائل کی تحقیق و تخریج، درسی کتابوں کی تسہیل و تحشیہ، اسلاف کرام کے اہم کتابوں کے ترجمہ و تلخیص کے علاوہ دعوتی اور اصلاحی موضوعات پر علمی اور تحقیقی کام ہو رہے ہیں، دعوت اسلامی کے پاس ذاتی مطبع اور نجی مکتبہ ہے، المدینۃ العلمیہ سے تیار ہونے والی کتابیں دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارہ مکتبۃ المدینہ سے شائع ہوتی ہیں، اور وہیں سے ساری دنیا میں پہنچائی جاتی ہیں، بلا مبالغہ اب تک ہزاروں کتابیں مکتبۃ المدینہ سے شائع ہو کر عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

دعوت اسلامی کا ایک قابل اعتماد دار الافتا ہے، جہاں علمائے کرام اور مفتیان عظام کی ایک ٹیم عوام کی دینی اور مذہبی رہنمائی کے لیے ہمہ وقت حاضر رہتی ہے، دعوت اسلامی کا دار الافتا ”دار الافتا اہل سنت“ کے نام سے متعارف ہے، جس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں صوتی، تحریری، آن لائن اور دیگر ذرائع سے موصول ہونے والے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

دعوت اسلامی جدید ذرائع ابلاغ کی افادیت پر یقین رکھتی ہے، اسی لیے اس نے ۱۹۹۶ء ہی میں اپنی ویب سائٹ بنالی، اور یہ اردو زبان کی پہلی مذہبی ویب سائٹ ہے، ۲۰۰۹ء میں مدنی چینل قائم کیا، جو دنیا کے پانچ سیٹلائٹس سے نشر ہوتا ہے، اس چینل سے عربی، اردو، انگریزی اور بنگلہ زبان میں دینی معلومات نشر کی جاتی ہے، دعوت اسلامی نے ویب سائٹ اور مدنی چینل کے علاوہ آن لائن مدرسے اور تعلیم قرآن کے سلسلے قائم کیے اور

متعدّد دینی ایپس بھی تیار کیے، جن میں المدینہ لائبریری، اوقات الصلاۃ، کنزالایمان، آن لائن دار الافتا، فتاوی رضویہ اور بہار شریعت کے سافٹ وئیر خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ دعوتِ اسلامی کے ہمارے قریبی احباب نے مجلس شرعی کے ۲۳ رویں فقہی سیمینار کے جملہ مصارف ادا کر کے ہماری مضبوط پشت پناہی بھی کی۔

اللہ تعالیٰ دعوت اسلامی کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، اور اسے دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین، بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مورخہ: ۲۰ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۹ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ
بخدمت ارکانِ "جمعیت اہل سنت، ممبئی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❋ حامداً و مصلیاً و مسلماً

عصر حاضر میں جن تنظیموں اور اداروں نے مذہب اہل سنت کی نشر و اشاعت اور عوام الناس کی اصلاح کے لیے گراں قدر کام کیے ہیں ان میں ایک نمایاں نام "جمعیت اہل سنت، ممبئی" کا بھی ہے، جس کی دینی و تعلیمی، اصلاحی و دعوتی اور سماجی و ملی خدمات قابل ذکر اور لائق تعریف ہیں۔ انتہائی مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ ۲۵ویں فقہی سیمینار کے موقع پر مجلس شرعی اس تنظیم کے کارناموں کے اعتراف میں اس کے ذمہ داران اور ممبران کے حضور "ہدیہ سپاس" پیش کر رہی ہے۔

"جمعیت اہل سنت" ایک غیر سیاسی تنظیم ہے جس کا اولین مقصد عقائد اہل سنت سے عوام الناس کو باخبر کرنا اور عوام میں پھیلی بد عقیدگی کو دور کر کے انھیں راہ راست پر لانا ہے اور جو باطل فرقے اہل سنت و جماعت کے ٹائٹل کا غلط استعمال کر کے لوگوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اہل سنت و جماعت اور حنفی مسلک کے ترجمان ہیں اور ناخواندہ لوگ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں ایسے لوگوں کو اس دھوکے سے بچانا اور حقیقی اہل سنت و جماعت کی صحیح ترجمانی کرنا اس تنظیم کا اولین ہدف ہے۔

یہ تنظیم کرلا، ممبئی کے چند فعال اور درد مند افراد نے تقریباً پندرہ سال قبل قائم کی اور ۲۰۰۵ء میں اسے رجسٹرڈ بھی کرا لیا۔ یہ تنظیم اپنے روح رواں حضرت مولانا صوفی ناصر حسین خاں قادری کی محنت، ڈاکٹر فیضان عزیزی کی رہنمائی اور اراکین جمعیت کے تعاون سے بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے اہداف تک پہنچنے میں کوشاں ہے۔ ان کے سامنے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے نقوش قدم اور اقوال زریں ہیں، جن کی روشنی میں یہ کارواں کامیابی کے ساتھ مصروف سفر ہے۔

سرزمین اورنگ آباد [مہاراشٹر] قریب واقع اولیا کی سرزمین "خلد آباد شریف" میں اہل سنت کا لیبل لگا کر فرقہ باطلہ نے اپنی پکڑ مضبوط کرنا شروع کر دی تھی، وہاں حقیقی اہل سنت کی کوئی مسجد یا کوئی تعلیمی ادارہ نہ تھا، الحمد للہ جمعیت اہل سنت نے ڈاکٹر فیضان عزیزی کی حکمت عملی اور صوفی ناصر قادری کی محنتوں سے لڑکوں کے لیے جامعہ قادریہ برہان العلوم اور لڑکیوں کے لیے جامعہ فاطمۃ الزہرا قائم کیا، نیز قرب و جوار میں جو مزارات اولیا ہیں ان کے خدام کو مسلک اہل سنت سے مربوط کیا اور ان بزرگوں کے اعراس کا بھی انتظام سنبھالا۔ الحمد للہ آج وہاں اہل سنت کی بہاریں نظر آتی ہیں۔

تنظیم نے اب تک کئی اہم اور تاریخی کتب و رسائل بھی طبع کرا کے عام کیے ہیں، مثلاً "اسلامی قانون سازی کی مختصر تاریخ و اصول، جہاد: قرآن کی روشنی میں، گوشت خوری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی: حیات و خدمات" یہ تمام کتابیں محترم ڈاکٹر فیضان عزیزی کی مرتب کردہ ہیں، اس کے علاوہ صوفی ناصر قادری صاحب کی مولفہ دو کتابیں "زیارت قبور و فاتحہ: شرک یا سنت؟، کیا اہل حدیث و تبلیغی شرک کرتے ہیں؟" بھی اردو، ہندی میں شائع ہوئی ہیں۔

جنوری ۲۰۱۳ء میں ڈاکٹر فیضان عزیزی نے انگریزی زبان میں ایک مذہبی سہ ماہی میگزین "ڈوائن وژن" [Divain Vision] کے نام سے جاری کیا ہے جس کا پہلا شمارہ فروری ۲۰۱۳ء میں منظر عام پر آیا، یہ میگزین ہندوستان کے علاوہ امریکہ، یوروپ، افریقہ وغیرہ ممالک کے ذی علم حضرات تک پہنچتا ہے۔

اس تنظیم کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر دینی مجالس منعقد ہوتی ہیں، اسلامک سمر کیمپ کا انعقاد ہوتا ہے، حج تربیتی پروگرام اور محرم الحرام کی مجالس ہوتی ہیں، جن میں عوام الناس کے عقائد و اعمال کی درستی کا انتظام ہوتا ہے، اور بھی رفاہی و سماجی کام یہ تنظیم اپنی نگرانی میں کرواتی ہے۔

جمعیت اہل سنت کا ایک نمایاں کام مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے تیرہویں فقہی سیمینار [۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ مارچ ۲۰۰۶ء] کے انعقاد میں تعاون بھی ہے جو ایک گراں قدر خدمت ہے۔ ہم مستقبل میں اس تنظیم سے دین وملت کی بیش از بیش خدمات کی توقع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تنظیم کے اراکین کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے اور ان کی جملہ دینی وملی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

مورخہ: ۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ

بخدمت خطیب ملت محترم **وقار احمد عزیزی** [بھیونڈی، مہاراشٹر]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم *حامداً و مصلیاً و مسلماً

رب کائنات حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تربت پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے کہ آپ کی بارگاہ ادب سے فیض یافتہ خوش بختوں نے دین اسلام کی خدمت اور تبلیغ واشاعت کے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ تعلیم وتدریس، اصلاح وتبلیغ، تحریک وتنظیم اور رفاہ وتعمیر کے حوالے سے اپنی خدمات میں دوسروں سے نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے انھیں فیض یافتگان میں ایک محب گرامی محترم وقار احمد عزیزی کو آج ہم ان کی اصلاحی، تبلیغی اور تعمیری خدمات کے اعتراف میں یہ سپاس نامہ تفویض کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہے ہیں۔

آپ کا نام وقار احمد ہے، متعلقین واحباب میں "وقار عزیزی" کے نام سے مشہور ومتعارف ہیں جب کہ آپ خود کو "خادم العلماء" کہلانا پسند کرتے ہیں۔ شہر بھیونڈی ضلع تھانہ، مہاراشٹر، انڈیا میں جون ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی اور ثانوی تعلیم "رئیس ہائی اسکول، بھیونڈی" اور "شاد آدم شیخ جونیئر کالج، بھیونڈی" سے حاصل کی، پھر "الفنسٹن کالج، ممبئی" اور "طبیہ کالج، ممبئی" [ملحقہ: ممبئی یونیورسٹی] میں اعلیٰ عصری تعلیم پائی۔

موصوف مطالعے کا بڑا شوق اور دعوت واصلاح کا حیران کن جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ نے حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ سے فیض حاصل کیا اور انھیں کی بیعت وارادت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا۔ بعد میں آپ مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمن ہاشمی علیہ الرحمہ سے طالب فیض ہوئے۔

آپ کی دینی ودعوتی خدمات کی بنیاد پر درج ذیل شخصیات نے آپ کو شرفِ خلافت سے نوازا ہے:

[۱] رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر نوری دام ظلہ [سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف]

[۲] خیر الاتقیاء حضرت مولانا سید اویس مصطفی واسطی دام ظلہ [سجادہ نشین خانقاہ واسطیہ، بلگرام شریف]

[۳] فقیر عزیزی عبدالحفیظ عفی عنہ [سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]

آپ علم ودانش، اربابِ دانش اور دانش گاہوں سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور سے آپ کی قلبی وابستگی جگ ظاہر ہے۔ آپ نیک طبیعت کے مالک، بذلہ سنج، خوش مزاج اور باکردار انسان ہیں، آپ کا سب سے نمایاں وصف وعظ وخطابت ہے، آپ کی تقریروں میں تاریخی رنگ غالب رہتا ہے۔

اصلاحی، تبلیغی اور تنظیمی کاموں میں کافی دل چسپی رکھتے ہیں اور اپنے حلقے میں علمی واصلاحی اجتماعات منعقد کرانے کے حوالے سے بہت سرگرم رہتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا انیسواں فقہی سیمینار بھی ہے جو آپ کی کوشش اور تعاون سے ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/ جنوری ۲۰۱۲ء میں جامعہ امجدیہ، غیبی نگر، بھیونڈی میں منعقد ہوا تھا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، آپ کی عمر میں برکت دے اور دین متین کی مزید خدمت کی توفیق بخشے، آمین یارب العالمین، بجاہ النبی الکریم، علیہ صلوات اللہ و سلامہ الیٰ یوم الدین.

مورخہ: ۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ — عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء — سرپرست مجلس شرعی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

وراثت کا مسئلہ

میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، سب شادی شدہ بال بچے دار ہیں، سب کے اپنے الگ الگ گھر ہیں صرف میرا چھوٹا بیٹا اپنی فیملی سمیت شروع سے ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے، شوہر زید کا چند سال قبل رضائے الٰہی سے انتقال ہو چکا ہے۔ میں اپنے مکان کو جو مرحوم شوہر ہی کے نام پر ہے اپنی اولاد میں اسلامی اصولوں کے مطابق تقسیم کرنا چاہتی ہوں، مجھے اسلامی وراثت کے قوانین کی روشنی میں درج ذیل سوالات کا نمبر دار جواب بتایا جائے کہ تقسیم کس طرح ہوگی؟

(۱)- اس تعمیر شدہ مکان کی حالیہ قیمت تقریباً ۲۲ لاکھ روپے ہے جب کہ صرف پلاٹ کی قیمت ۱۴ سے ۱۵/ لاکھ روپے ہوگی، اس کی تعمیرات کا تمام تر خرچہ میرے چھوٹے بیٹے نے اپنی کمائی سے اٹھایا تھا جو کہ تقریباً ۷ سے ۸ لاکھ روپیہ ہوگا؟ تو کیا تقسیم وراثت سے قبل اس کی لگائی گئی رقم کو منہا کر کے اسے واپس دے دیا جائے اور بقیہ رقم کو ورثا میں تقسیم کیا جائے یا پوری قیمت کو ہی سب میں تقسیم کیا جائے گا؟

(۲)- اس میں مرحوم کی بیوہ کا کتنا حصہ ہوگا؟

(۳)- میرے دونوں بیٹوں کا کتنا حصہ ہوگا؟

(۴) میری دونوں بیٹیوں کا کتنا حصہ ہوگا؟

(۵) کیا بہو اور دامادوں کا بھی حصہ ہوگا؟ اگر ہاں تو کتنا؟

الجواب

(۱)- سوال سے ظاہر یہ ہے کہ آپ کے شوہر زید نے اپنی وفات کے وقت سادہ پلاٹ چھوڑا تھا اور ان کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بیٹے نے اس پر اپنی کمائی سے مکان تعمیر کیا، اگر یہی واقعہ ہو تو تعمیر شدہ مکان کا مالک آپ کا چھوٹا بیٹا ہے لہٰذا تقسیم کے وقت پلاٹ کا جو دام ہوگا بس وہی ورثہ میں تقسیم ہوگا اور مکان کا دام صرف چھوٹے بیٹے کو ملے گا۔ بلفظ دیگر تقسیم وراثت سے قبل اس مکان کی لگائی گئی رقم بر تقدیر مذکور چھوٹے بیٹے کو واپس دی جائے اور باقی رقم سب میں ان کے حصے کے مطابق تقسیم کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲، ۳، ۴)- آپ کے شوہر نے جو مال و جائداد بشمول پلاٹ مذکور چھوڑا وہ تخریج ذیل کے مطابق ان کے وارثین میں تقسیم ہوگا۔

زید
میت مسئلہ ۸×۶ = ۴۸

بیوہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بہو	داماد
۶	۱۴	۱۴	۷	۷	محروم	محروم

یعنی پیشگی ضروری حقوق کی ادائیگی کے بعد زید کا ترکہ اڑتالس (۴۸) سہام پر تقسیم کر کے چھ سہام اس کی بیوہ سکینہ بیگم کو اور چودہ چودہ سہام اس کے ہر بیٹے کو اور سات سات سہام ہر بیٹی کو دیا جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)- بہو اور داماد وارث نہیں اس لیے وہ محروم ہیں، انھیں کچھ بھی نہیں ملے گا، ہاں اگر تقسیم کے وقت وہ موجود ہوں تو از راہ احسان کچھ انھیں بھی دے دیا جائے تو یہ باعثِ اجر و ثواب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فسخ نکاح کا ایک مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع کہ زید نقلی (جعلی) پاس پورٹ سے برطانیہ میں داخل ہوا اور ہندہ سے برطانیہ میں شادی بھی کر لی۔ شادی کے دس دن بعد زید پولیس کے ہاتھوں پکڑا گیا اور تقریباً ایک سال قید میں رہا، ٹوٹل تین سال پولیس حراست میں بھی رہا۔ اس کے بعد حکومت برطانیہ نے زید کو ہندوستان کے حوالے کر دیا۔ اب زید قانوناً برطانیہ آنہیں سکتا اور ہندہ انڈیا میں نہیں رہ سکتی کیوں کہ ہندہ کی پیدائش برطانیہ کی ہے۔ زید نے شادی کے بعد سے آج تک نان و نفقہ بھی نہیں دیا اور نہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی وہ طاقت رکھتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح کیسے فسخ کرے، کیا وہ شرعی قاضی

(مفتی) کے پاس اپنا نکاح کرنے کے لیے مقدمہ کر سکتی ہے۔ ہندہ کی شادی کو پانچ سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ لہٰذا آپ شریعت کی روشنی میں جلد جواب عنایت فرمائیں اور اگر کوئی دوسری راہ نکل سکے وہ بھی تحریر فرمائیں۔ شکریہ۔

الجواب

ہندہ جب زید کے نکاح میں ہے تو اس کا نکاح دوسرے شخص سے حلال نہیں مگر یہ کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے پھر عدت گزر جائے یا پھر قاضیِ شریعت کے یہاں استغاثہ ہو اور وہ بعدِ تحقیق نکاح فسخ کر دے، ہندہ سچائی کے ساتھ پورا واقعہ لکھ کر حضرت مولانا محمد یونس مصباحی دام مجد ہم پریسٹن کے یہاں استغاثہ کرے، موصوف یہ مقدمہ دیکھیں اور سائل ان سے ہماری گفتگو کرائے، مسئلہ کا حل اسی راہ سے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا معتکف عورت بغیر حاجتِ شرعیہ کے پورے کمرے میں جا سکتی ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلۂ ذیل میں:

عورت گھر میں جس کمرے میں اعتکاف میں بیٹھے کیا وہ پورے کمرے میں بغیر حاجتِ شرعیہ کے جا سکتی ہے؟

الجواب

ہاں وہ پورے کمرے میں بغیر کسی حاجتِ شرعی و طبعی کے چل پھر سکتی ہے کہ وہ پورا کمرہ اس کے لیے مسجد کے حکم میں ہے، جیسے مرد معتکف ہو تو پوری مسجد میں جہاں چاہے آجا سکتا ہے، رہ سکتا ہے، ویسے ہی یہ عورت بھی پورے کمرے میں آجا سکتی ہے، جہاں چاہے رہ سکتی ہے، مگر یہ اعتکاف صرف اس کمرے میں کر سکتی ہے جو نماز کے لیے مخصوص ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ عورت اگر اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو گھر کے کسی حصے یا کمرے کو نماز کے لیے خاص کر لے۔ یعنی اسے ''مسجدِ بیت'' بنا لے، پھر اس مسجد بیت میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تو اس کا یہ اعتکاف صحیح ہے اور اب اسے حکم ہے کہ اس مسجدِ بیت میں رہے اور بغیر حاجتِ شرعی و طبعی کے وہاں سے باہر نہ ہو، ورنہ اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، جیسے مرد مسجد سے بلا حاجت شرعی و طبعی باہر ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ یہ حکم اعتکاف واجب کا ہے اور اگر نفل اعتکاف ہو تو فاسد نہ ہوگا بلکہ اس پر وہ ختم و مکمل ہو جائے تو ثواب ملے گا۔

کنز الدقائق میں ہے:

والمرأة تعتكف في مسجد بيتها ولا يخرج منه الا لهاجة شرعية كالجمعة أو طبعية كالبول والغائط فإن خرج ساعةً بلا عذر فسد اھ.

بحر الرائق میں ہے:

(في مسجد بيتها) يريد به الموضع المعد للصلاة لانّه استر لها قُيِّدَ به: لانها لو اعتكف في غير موضع صلاتها من بيتها لا يصح اعتكافها ، واشار بجعله كالمسجد الى انها لو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها ان كان واجبا، وانتهىٰ إن كان نفلا ، والفرق بينهما انها تثاب في الثانى دون الأول اھ ملخصًا.

عورت اپنی ''مسجدِ بیت'' میں اعتکاف کرے اور بغیر حاجتِ شرعی جیسے جمعہ یا حاجتِ طبعی جیسے پیشاب پاخانہ کے وہاں سے نہ نکلے اور اگر بلا عذر تھوڑی دیر کے لیے بھی نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور مسجد کے بجائے مسجدِ بیت کا حکم اس لیے ہے کہ اس میں عورت کے لیے پردہ زیادہ ہے وہ مخصوص جگہ مسجد کے حکم میں ہے، لہٰذا اگر اس سے ہٹ کر گھر میں کہیں اور اعتکاف کرے گی تو اعتکاف صحیح نہ ہوگا اور اگر وہاں سے باہر نکلے گی، اگرچہ اپنے کمرے میں جائے تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جب کہ وہ اعتکاف واجب ہو اور اگر نفل اعتکاف ہو تو نکلتے ہی وہ تمام ہو جائے گا۔ فرق دونوں طرح کے اعتکاف میں یہ ہے کہ دوسرے والے اعتکاف میں ثواب پائے گی اور پہلے والے اعتکاف میں ثواب سے محروم رہے گی۔ (بحر الرائق، ص:۳۰۱، ج:۲، باب الاعتکاف)

اسی طرح کی تصریحات دوسری کتبِ فقہ میں بھی ہیں جن میں عورت کو مسجدِ بیت میں اعتکاف کی اجازت دی گئی ہے اور جائے اعتکاف کی حدود جہاں تک ہوں وہاں تک معتکف کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حدود سے باہر نکلنے پر اعتکاف کے فاسد یا تام ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مزارات پر عورتوں کی حاضری
شرعی نقطۂ نظر سے

مولانا سراج احمد قادری مصباحی

[حال ہی میں عورتوں کی جانب سے مزارات پر حاضری کے مطالبہ پر خصوصی تحریر]

مذہب اسلام ایک ایسا پاکیزہ اور مودب مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ہر طرح کی نجاست وآلودگی سے دور رکھتا ہے ،حلال وحرام کی نشاندہی کرکے حرام سے دور اور حلال سے قریب رہنے کا حکم دیتا ہے۔ مرد وعورت ہر ایک کا حق متعین کرکے جداگانہ طور پر بیان کردیا ہے۔ اسلام ایک منظم اور مہذب مذہب ہے جو تہذیب وادب کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام محمود و پسندیدہ مذہب ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اللہ کے نزدیک پسندیدہ مذہب دین اسلام ہے۔

اللہ نے جب اسلام کو پسندیدہ دین کہا تو ایک دوسری جگہ فرمایا:

ترجمہ: تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے الخ۔

مذکورہ آیتوں میں آپ غور کریں کہ ایک میں اسلام کو پسندیدہ دین کہا جارہا ہے اور دوسری میں اسلام کے ماننے والوں کو بہترین امت کے لقب سے یاد کیا جارہا ہے۔ ہمیں جب قرآن بہترین امت کہہ رہا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم وہی فعل وقول کریں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے ہم انہیں مسائل واحکام کو مانیں جو تعلیمات خدا اور سول عزوجل ﷺ کا حصہ ہیں ،اللہ تبارک وتعالی اور اس کے حبیب ﷺ نے جن چیزوں کو اپنانے اور حاصل کرنے کا حکم دیا ہے انہیں کے حصول میں ہم کوشاں رہیں اور جن چیزوں سے ہمیں روک دیا گیا ہے ان سے باز رہیں۔

لیکن افسوس کہ آج کا مسلمان مرد وعورت اس قدر آزاد خیال ہو چکے ہیں کہ انہیں ہر مسئلہ میں آزادی چاہیے ہر معاملہ کو طبیعت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں خواہ وہ مسئلہ عین شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو، آج کا مسلمان جہالت میں اس طرح ڈوب چکا ہے کہ محض طبیعت کو اپنی خواہشات کا ذریعہ بنالیا ہے جو طبیعت کہتی ہے، جس کی طرف عقل چلنے کو کہتی ہے اس طرف وہ دوڑتا ہوا نظر آتا ہے خواہ وہ حلال ہو یا حرام عقل وطبیعت کی لاٹھی نے اسے مار کر اس قدر اندھا کردیا ہے کہ حلال وحرام میں تمیز نہیں کرپاتے کہ کون سی چیز ہمارے لیے حلال ہے اور کون سی چیز ہمارے لیے حرام ہے۔

عصر حاضر میں عورتوں کا مزارات پر جانے کے تعلق سے کافی چرچے اور بحثیں ہورہی ہیں معاملہ کورٹ تک پہنچ چکا ہے جس میں یہ بتایا جارہا ہے کہ کچھ ہندو اور مسلم عورتوں نے اپنا حق مانگتے ہوئے یہ کہا کہ مندر میں جب عورتوں کو جانے کی اجازت ہے تو مزارات میں مسلمان عورتوں کو جانے کی اجازت کیوں نہیں ؟اور جب مزارات پر عورتیں جانا چاہتی ہیں تو انھیں روک دیا جاتا ہے یہ کہہ کر کہ عورتوں کو مزارات پر جانا منع ہے، معاملہ کی حقیقت کیا ہے ؟سچ کیا ہے؟ وہ تو معلوم نہیں ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ کچھ اسلام دشمن کی طرف سے آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ سازشیں ہوتی رہتی ہیں کی کسی طرح اسلام ومسلمان کو بدنام کرکے نیست ونابود کردیا جائے یہی ان کا بنیادی اور اہم مقصد ہے۔

اگر واقعی ہماری ماں اور بہنوں نے ایسا گھناؤنا قدم اٹھایا ہے تو ہم بڑے ہی ادب کے ساتھ عرض کریں گے کہ آپ مسلمان ہیں تو اسلام کے دائرے میں رہ کر اسلامی بول بولیں کسی کے بہکاوے میں آکر اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر واقعی آپ مسلمان ہیں! اور اسلام کی عقیدت ومحبت آپ کے دل ودماغ میں رچی بسی ہے تو آپ پر لازم

ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ جائیں بلکہ قرآن وحدیث سے جو مسائل واحکام صادر کئے گئے ہیں انہیں سمجھنے اور پھران پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیں کسی کے مذہب سے کیا لینا دوسرے مذہب والے کچھ بھی کریں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ تمھارا دین تمھارے لیے اور ہمارا دین ہمارے لیے۔ جب مذہب اسلام ہمارا مذہب ہے تو پھر ہم یہ کیوں کہیں گے اور یہ کیوں مطالبہ کریں گے کہ کفار کی عورتیں مندر میں جاتی ہیں تو ہمیں بھی مزارات میں جانے کی اجازت ملنی چاہیے؟ افسوس ہے کہ آپ اپنے پاک مذہب کا مقابلہ ایک ایسے مذہب سے کررہے ہیں جس کی بنیاد بے اصل روایات پر ہے۔ آپ اسلام کی مقدس شہزادی ہیں بات کو سنجیدگی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کیجیے اور یہ جان لیجیے کہ ہمارے اسلام کے خلاف ہر طرح کے زہر اگے جاتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ اسلام کو کمزور کرنے کی ناپاک سعی کی جاتی ہے۔

لگے ہاتھ آپ، عورتوں کا مزارت پر جانے کے تعلق سے شرعی اور اسلامی مسئلہ بھی جان لیجیے عورتوں کو مزارات پر جانا منع اور لعنت کا ذریعہ ہے۔ وجہ بے پردگی، مرد وزن سے اختلاط، خرافات وبکواسات، لعنت ورحمت سے دوری وغیرہ

ظاہر ہے جب آپ گھر سے نکلیں گے تو بے پردگی لامحالہ ہوگی شریعت اسلامیہ نے سختی کے ساتھ پردے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ (النور، آیت:۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کریں اور اپنی خوبصورتی ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ کی تفسیر کرتے ہوئے جاہلیت کے دور کی بے پردگی کے بارے میں لکھتے ہیں: اس آیت سے مراد جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی گردنوں اور سینوں کو اپنی اوڑھنیوں کے ساتھ چھپائیں تاکہ اس میں سے کوئی چیز نظر نہ آئے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح عورتیں اپنی اوڑھنیوں سے سروں کو چھپاتیں اور انہیں اپنے پیچھے کی طرف پشت پر چھوڑ دیتیں پس ان کی گردنیں اور کچھ سینے ظاہر دکھتے رہتے۔

(تفسیر روح المعانی ج:۱۸، ص:۱۲۸)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى.

(الاحزاب: آیت:۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ پھرو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں اپنی زیب وزینت کا اظہار کرتی تھیں تاکہ غیر مرد دیکھیں اور لباس اس طرح پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکتے تھے۔ (خزائن العرفان)

حدیث میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا پردہ کرلو۔ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور نے فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھوگی؟ (ترمذی شریف، باب کراہیۃ خروج النساء)

دوسری حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاموش رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت سیدہ فاطمہ زہرا کے پاس آیا اور آکر پوچھا: عورتوں کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مردان کو دیکھیں۔ فرماتے ہیں میں نے سیدہ فاطمہ کا جواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ (المرجع السابق)

مذکورہ آیات وتفاسیر واحادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ اسلام میں پردے کی اہمیت کس قدر ہے اس لیے ہم اپنی ماؤں اور بہنوں سے گزارش کریں گے بے پردگی سے بچیں اور مزارات پر جاکر بے پردگی کو فروغ نہ دیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ..... (باقی ص:۳۴ پر)

سوشل میڈیا اور رافضیت

مولانا محمد نذر الباری اشرفی جامعی

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کی غلط تشریح اور اسی طرح
علامہ ذہبی کی عبارت تحریف کرکے رافضیت کو فروغ دینے کی مذموم کوشش

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ. (آل عمران:۷)

ترجمہ: تو وہ جن کے دلوں میں کجی ہے تو پیچھے لگ جاتے ہیں اس کے جو کئی معنی کی آیت ہوئی کتاب سے فتنہ کے شوق اور کتاب سے اپنی بات بنانے کی خواہش میں۔ (معارف القرآن)

کچھ ایسا ہی آج کل مسلّمات و محکمات اہلِ سنت کے خلاف ایسی ایسی باتیں اور تحریریں فروغ رافضیت کے شوق میں ایک ٹیم ورک کے حساب سے تلاش کی جارہی ہیں اور شوسل میڈیا پر نشر بھی ہورہی ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مرسلینِ ملائکہ و رسل و انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تمام مخلوق الٰہی سے بالترتیب افضل ہیں۔ تمام امم عالم میں کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت و عزت کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔ مگر اپنے کو سنی کہلانے والے اور ان کے اعوان و انصار کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے کہ مسلمات و محکمات اہلِ سنت کے خلاف فتنہ انگیز تحریریں نشر کررہے ہیں، گمرہی اور بددینی کو اختیار کررہے ہیں اور خارجی و ناصبی ہونے کاالزام ان تمام جمہور علما، اولیا، محدثین، فقہا، مفسرین اور تابعین و صحابہ پر عائد کررہے ہیں جو افضلیت شیخین کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

روایت امام حسن مجتبیٰ کی غلط تشریح:

سوشل میڈیا پر ایک صاحب نے مسند احمد کی ایک روایت نقل کرکے اجماع امت کے خلاف جاتے ہوئے تفضیلِ شیخین کا انکار کربیٹھا ہے۔ اور درج ذیل دعویٰ کیا ہے کہ:

"سیدنا امام حسن علیہ السلام اپنے والدِ گرامی مولائے کائنات علیہ السلام کو جملہ اولین و آخرین اصحاب و خلفا سے افضل جانتے تھے مسند احمد میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے ایک حدیث متعدّد طرق سے معتبر اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے، یہ حدیث امام حسن علیہ السلام نے امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد بیان فرمائی کہ تمام اولین و آخرین مخلوقات پر امیر المومنین مقیاس المنافقین مولائے کائنات سیدنا امام علی علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَامَ خَطِيبًا فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَقَدْ فَارَقَكُمْ أَمْسِ رَجُلٌ مَا سَبَقَهُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ، وَلَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَبْعَثُهُ الْمَبْعَثَ فَيُعْطِيهِ الرَّايَةَ فَمَا يَرْجِعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلُ عَنْ شِمَالِهِ، مَا تَرَكَ بَيْضَاءَ وَلَا صَفْرَاءَ إِلَّا سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَضَلَتْ مِنْ عَطَائِهِ، أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا خَادِمًا....

ہبیرہ بن یریم کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت امام حسن بن علی (علیہما السلام) کو خطبہ دیتے ہوئے سنا جس میں آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! کل تمھارے درمیان سے ایک مرد ایسا شخص رخصت ہوگیا جس پر نہ گذشتہ لوگ سبقت لے سکے اور نہ آنے والے اس کی فضیلت کو پاسکیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کو جنگوں میں بھیجتے تھے اور پرچم کو ان کے حوالے کرتے تھے اور وہ اس وقت

تک پلٹ کر نہیں آتے تھے جب تک کہ خداوند متعال انہیں فتح وکامرانی عطا نہیں فرمادیتا تھا، اور جبرئیل ان کے داہنے اور میکائیل ان کے بائیں چلا کرتے تھے انہوں نے سونا چاندی (درہم ودینار) میں سے سات سو درہم جن سے آپ ایک خدمت گذار خریدنا چاہتے تھے کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔"

"مولوی نذرالباری استاذ جامع اشرف جو خوارج کی روش پر چلتے ہوئے اس مسئلے میں اہل سنت پر رفض کے گولے داغ رہے ہیں جواب دیں کہ کیا ان کے نزدیک ریحانۃ الرسول خلیفہ راشد پنجم سیدنا امام حسن علیہ السلام بھی معاذاللہ رافضی تھے جبکہ مذکورہ حدیث کی تحسین و تصحیح ہر مکتبہ فکر کے علماء سے منقول ہے۔" (انتہی کلامہ)

اقول بتوفیق اللہ وعونہ

اولاً۔ جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل سنت و جماعت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کثیر خصائص و فضائل جن میں کوئی صحابی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے، کو مانتے اور اقرار کرتے ہیں، لیکن اہل سنت و جماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم علی ترتیب الخلافۃ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ آں جناب نے شیخین کریمین پر سیدنا علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی افضلیت کو ثابت کرنے کے لیے مسند احمد کی جس روایت کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے یا تو اس کو سمجھا ہی نہیں یا سمجھ کر عوام اہل سنت کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

روایت مذکورہ مسند احمد کے علاوہ متعدّد کتب احادیث مثلا السنن الکبریٰ للنسائی، المعجم الاوسط للطبرانی، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں بھی ہے۔ تمام روایتوں میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں حضور مولیٰ علی کے کچھ مخصوص فضائل و مناقب کو بیان فرمایا ہے نہ کہ شیخین کریمین پر آپ کی افضلیت کو۔

چنانچہ تمام روایتوں میں اس خصوصی فضیلت کا ذکر ہے کہ اولین میں سے کسی کے حصے میں یہ سعادت و نعمت نہیں آئی اور نہ بعد میں کسی کو حاصل ہونے والی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی حضرت مولیٰ علی کو جہاد کے لیے بھیجا اور آپ کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا تو ضرور فتح و نصرت کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

بعض روایات میں کچھ اور جزوی فضائل کا ذکر بھی ہے۔ مثلاً یہ کہ جب بھی حضرت مولیٰ علی دشمنوں سے جنگ فرماتے تھے تو آپ کے داہنے حضرت جبرئیل اور بائیں حضرت میکائیل علیہما السلام ہوتے تھے۔ (السنن الکبریٰ ۴/۴۱۶) آپ کی شہادت اس رات کو ہوئی جس میں قرآن کا نزول ہوا، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھایا گیا، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ (مستدرک حاکم ۳/۱۵۴)

یہ اور اس طرح کی بعض خصوصیات و فضائل میں سابقین اولین و آخرین صحابہ میں کوئی شریک نہیں۔ اس روایت میں افضلیتِ مولیٰ علی بر شیخین سے متعلق ادنیٰ اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روایت سے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور سے آج تک صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین و ائمہ مجتہدین نے افضلیت مولی علی کو ثابت نہیں کیا۔

ثانیاً: ہر مکتبہ فکر کے علما کی تصحیح و تحسین نقل کرنے سے کیا اس روایت سے افضلیت علی بر شیخین ثابت ہو جائے گی؟

ثالثاً: ہم یہاں کچھ ایسی احادیث اور روایات پیش کرتے ہیں جو خود حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت اطہار سے مروی ہیں جن میں صاف صاف لکھا ہے کہ شیخین افضل ہیں مولی علی سے۔ تاکہ آں جناب پر ہدایت کا راستہ کھل جائے، اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو جائے اور عوام اہل سنت فریب سے بچ جائیں۔

(الف) حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہما سے روایت ہے۔

قلت لابی ای الناس خیر من بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابو بکر قال قلت ثم من قال عمر .

(ترجمہ) میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آدمیوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا ابوبکر۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر۔ (بخاری مناقب اصحاب النبی ۱/۵۱۸)

(ب) عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر وخیر الناس بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنہما."

(ترجمہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور ابو بکر کے بعد عمر ہیں۔

(بخاری وسنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ۔ واللفظ لابن ماجہ)

(ج) حکم بن حجل اور عبد الرحمن بن ابی لیلی حضرت علی سے

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"لاجداحدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حدالمفتری."

(ترجمہ) جسے میں پاؤں کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے تواسے مفتری کی حد (۸۰ کوڑے) لگاؤں گا۔

(الصواعق المحرقہ بحوالہ دارقطنی الباب الثالث الفصل الاول)

جناب کے بقول امام حسن حضرت علی کو سب سے افضل کہتے تھے تو وہ ۸۰ کوڑے کے مستحق ہوئے۔ نہیں! میں توکہتا ہوں کہ امام حسن نے نہ کبھی ایسا کہا اور نہ سوچا۔ بلکہ یہ حد ان گستاخوں کو لگنی چاہیے کیوں کہ ان لوگوں نے ان پر تہمت لگائی، ان کی روایت کی غلط توضیح اور غلط معنی بیان کیا۔

(د) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا: مجھے خبر پہونچی کہ کچھ لوگ مجھے حضرات ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں۔ اس بارے میں اگر پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا۔ آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا تو وہ مفتری ہے اور اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ پھر فرمایا:

"ان خیرهذه الامة بعد نبیها ابو بکرثم عمرثم الله اعلم بالخیربعد. قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال والله لوسمی الثالث لسمی عثمان."

(ترجمہ) بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد افضلِ امت ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔ علقمہ (راوی) فرماتے ہیں کہ مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنۃ مسند علی بن ابی طالب)

کیا اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفضیلِ علی بر شیخین کا عقیدہ رکھتے تھے؟ کیوں صحابہ حتی کہ اہل بیت کی جلیل القدر شخصیت کو بھی نہ چھوڑا ان روافض کے ایجنٹس نے۔ ان کی عقیدت کس جا مر چکی ہے کہ اپنے باطل نظریہ کے اثبات کی خاطر سبط پیمبر کو اپنے والد مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نافرمان تک بنا ڈالا۔

(ہ) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ انہیں یعنی مولیٰ علی کو "وہب الخیر" کہتے تھے۔ یعنی ان کے خیال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت سے افضل تھے انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا، سخت رنج ہوا۔ حضرت علی ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور فرمایا:

"ماأحزنك يا ابا جحيفة فذكرله الخير فقال الا اخبرك بخير هذه الامةخيرها ابو بكر ثم عمر قال ابو جحيفة فاعطيت الله عهدا ان لا اكتم هذاالحديث بعد ان شافهنى به على مابقيت"

(ترجمہ) ابو جحیفہ غم کی وجہ کیا ہے؟ بتادیا۔ تو فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ اس امت میں سب سے بہتر کون ہے۔ ابوبکر ہیں پھر عمر۔ ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا ہے کہ جب تک حیات باقی ہے اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ حضرت علی نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔ (ایضا)

(و) ابو حازم فرماتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور پوچھا کہ حضور کے نزدیک حضرت ابوبکر اور عمر کا کیا مقام ہے؟ فرمایا جو مرتبہ ان کو اب ہے کہ دونوں حضور کے پہلو میں آرام کررہے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث ذوالیدین)

(ز) امام محمد بن عبد اللہ محض بن حسن مثنی بن حسن مجتبیٰ بن علی کرم اللہ وجوہم کے پاس کچھ اہل کوفہ و جزیرہ نے حاضر ہوکر ابوبکر اور عمر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت جندب اسدی نے فرمایا کہ امام محمد بن عبد اللہ میری طرف متوجہ ہوکر فرمائے:

"انظروا الى اهل بلادك يسئلونى عن ابى بكروعمر لهما عندى افضل من على."

(ترجمہ) اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابوبکر اور عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلا شبہ مولا علی سے افضل ہیں۔ (الصواعق المحرقہ بحوالہ دارقطنی عن جندب الاسدی الباب الثانی)

(ح) حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے۔

"قال عمر لان اقدم فتضرب عنقی احب الی من ان اتقدم قوما فیهم ابو بکر."

(ترجمہ) حضرت عمر نے فرمایا میں اپنی گردن کٹانا پسند کرتا ہوں مگر ابوبکر پر کسی کو مقدم کرنا پسند نہیں کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۴۷۲/۳ کتاب الفضائل ماذکر فی ابی بکر)

مذکورہ روایات کے علاوہ حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر، عبد

الرحمٰن بن ابی لیلی، امام زہری، ابوحصین، سعید بن الحسیب اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضلیتِ ابوبکر علی جمیع الامت کے بارے میں صریح روایات موجود ہیں۔

کیا مذکورہ راویوں کو بھی خوارج کی روش پر چلنے والا کہا جائے گا؟ یقینا مولی علی ہوتے تو ان جیسوں کو نہ جانے کتنی بار افترا کی حد لگا چکے ہوتے۔

علامہ ذہبی کی عبارت میں خطرناک تحریف:

سوشل میڈیا ہی پر آں جناب ہی نے اس پہلے بھی ایک خطرناک خیانت کرتے ہوئے صحابہ و تابعین پر افترا باندھا تھا۔ اس تعلق سے آں جناب نے جو تحریف کی ہے نہایت ہی غضب ڈھایا ہے۔ آں جناب نے اپنے "فیس بک وال" پر یوں لکھا ہے:

"اظہار موقف کے مؤیدین اور مرتبین جو شیخین کو افضل نہ ماننے والوں کو بددین کہتے ہیں اب صحابہ و تابعین اور علامہ ذہبی کے بارے میں ان کا کیا فتوی ہے؟ آیا معاذ اللہ وہ بھی بددین ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"قلت ليس تفضيل على برفض ولا هو ببدعة بل قد ذهب اليه خلق من الصحابة و التابعين."

میں کہتا ہوں کہ عقیدہ تفضیلِ علی رفض نہیں اور نہ ہی وہ بدعت ہے بلکہ وہ ایک مخلوق کا اعتقاد ہے جس میں صحابہ اور تابعین بھی شامل ہیں۔" (انتہی کلامہ)

واضح ہو کہ اس سال عرس مخدومی اکتوبر ۲۰۱۸ء میں جامع اشرف کے سالانہ دستار بندی اور خانقاہ اشرفیہ کے اسٹیج سے ایک اعلان بنام "اظہار موقف و اعلان برأت" پیش کیا گیا تھا جو ماہنامہ جام اشرف جلد ۳ شمارہ نمبر ۱۴ ماہ نومبر ۲۰۱۸ء میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد بزعم خویش ایک "حجت الاسلام" اور "مفتی" نے مذکورہ بالا تبصرہ کیا جس میں اس نے شیخ الاسلام علامہ سید مدنی اشرف اشرفی جیلانی، سفیر امن و محبت قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ، پیر طریقت ڈاکٹر سید جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی عرف قادری میاں، جانشین مجاہد دوراں حضرت علامہ سید ظفر مسعود اشرفی جیلانی، تاج العلماء علامہ سید نورانی اشرف اشرفی جیلانی، تاج الاسلام جانشین قطب المشائخ علامہ سید نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی، فاضل بغداد حضرت علامہ سید محمد حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی جانشین آستانہ محدث اعظم ہند، حضرت علامہ سید شبلی میاں اشرفی جیلانی، وغیرہم کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

تفضیلِ علی بر شیخین کے بارے میں علامہ ذہبی کا اپنا نظریہ ذیل میں ملاحظہ کریں پھر اس "عظیم کارنامہ" پر آں جناب کو القاب دینے میں آپ حق بجانب ہوں گے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"والأفضل منهمابلا شك أبوبكروعمر، من خالف فی ذا فهو شيعی جلد، ومن أبغض الشيخين واعتقد صحة إمامتهما فهو رافضی مقيت، ومن سبهما واعتقد أنهما ليسا بإمامی هدى فهومن غلاة الرافضة، أبعدهم الله."

ترجمہ: اوران دونوں (عثمان و علی) سے افضل بلاشک و شبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف ہو وہ غالی شیعہ ہے۔ جو شیخین (ابوبکر و عمر) کی امامت کو صحیح جانے مگر ان سے بغض رکھے تو وہ سخت رافضی ہے اور جو انہیں سب وشتم کرے اور انہیں امام ہدیٰ نہ تسلیم کرے وہ غالی رافضی ہے۔ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو رحمت سے دور کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۴۵۸)

علامہ ذہبی نے "شیعی جلد" (غالی شیعہ) لکھا۔ علامہ ذہبی کا عقیدہ اس مسئلہ میں اتنا سخت ہے اور اس جناب نے ان کی عبارت میں کانٹ چھانٹ کر کے اپنے باطل نظریہ کو ثابت کرنے کی کتنی مذموم کوشش کی ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو شیعہ کہا۔ تو کیا علامہ ذہبی بھی خارجی کی روش پر چلتے ہوئے اس مسئلے میں اہل سنت پر رفض کے گولے داغ دیے ہیں؟

اب میں یہاں پر وہ پوری عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ دھوکے بازی اور وہابیوں بلکہ اس سے بھی آگے کی عادت (اپنے مقصد کے لئے عبارت میں تحریف) نمایاں ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ ملاحظہ کریں سیر اعلام النبلاء کی عبارت:

وقال الدارقطنی:اختلف قوم من أهل بغداد، فقال قوم:عثمان أفضل ، وقال قوم:علی أفضل ، فتحاكموا إلی ، فأمسكت ، وقلت:الإمساك خير، ثم لم أر لدينی السكوت ، وقلت للذی استفتانی:ارجع إليهم ، وقل لهم:أبو الحسن يقول : عثمان أفضل من علی باتفاق جماعة أصحاب رسول الله ﷺ ، هذا قول أهل السنة ،وهوأول عقديحل فی الرفض.

قلت:ليس تفضيل علي برفض ولاهو ببدعة ، بل قد ذهب إليه خلق من الصحابة والتابعين ،فكل من عثمان وعلي ذو فضل و سابقة وجهاد ، وهمامتقاربان فى العلم والجلالة، ولعلهما فى الآخرة متساويان فى الدرجة، وهمامن سادة الشهداء رضى الله عنهما ، ولكن جمهور الأمة على ترجيح عثمان على الإمام علي وإليه نذهب -

ترجمہ:۔ امام دارقطنی نے فرمایا کہ بغداد والوں میں اختلاف تھا کوئی کہتا تھا عثمان (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں کوئی کہتا تھا علی (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں۔ لوگ میرے پاس فیصلہ کے لیے آئے، میں نے جواب نہیں دیا اور خاموشی بہتر سمجھا، پھر مجھے خاموش رہنا مناسب نہ لگا اور میں نے مستفتی سے کہا: جاکر لوگوں سے کہو کہ ابوالحسن (دارقطنی) کہتا ہے کہ باتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم عثمان، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے افضل ہیں اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ اور سب سے پہلے یہ عقیدہ (علی افضل ہیں عثمان سے) رافضیوں میں داخل ہوتا ہے۔

میں (علامہ ذہبی) نے کہا: تفضیلِ علی (عثمان پر) نہ رفض ہے نہ بدعت۔ بلکہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اس کا قائل ہے۔ دونوں (عثمان وعلی) حضرات صاحب فضل اور سابقین اور مجاہدین میں سے ہیں۔ اورعلم مرتبہ میں قریب قریب ہیں۔ امید ہے کہ آخرت میں بھی درجہ میں برابر ہوں گے۔ دونوں سادات شہداء میں سے ہیں۔ البتہ جمہور امت اس بات کی قائل ہے کہ عثمان کو علی پر ترجیح حاصل ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔

آپ دیکھئے کہاں کی بات کہاں چسپاں کی گئی ہے۔ علامہ ذہبی نے امام دارقطنی کا نظریہ کہ "تفضیلِ علی برعثمان رفض ہے" پر جرح کیا ہے اور یہ "حجۃ الاسلام" اس کو یہ کہ رہا ہے کہ علامہ ذہبی نے تفضیل علی برشیخین کو جائز کہا ہے، العیاذ باللہ۔ علامہ ذہبی تو دُور، صحابہ و تابعین پر بھی بہتان باندھا اور کہا کہ یہ لوگ بھی افضلیت علی بر شیخین کے قائل ہیں۔ استغفر اللہ اس میں تفضیلِ شیخین کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے بلکہ اسی صفحہ کے آگے صفحہ نمبر ۴۵۸ میں یہی علامہ ذہبی نے تو اس رافضی ایجنٹ اور اس کے فالوورس کے چہرے پر پڑے نقاب کو کھینچ کر پر کاری ضرب لگایا اور اپنا عقیدہ وموقف بلکہ اہل سنت کا۔

(مذکورہ بالا) اجماعی موقف بیان فرمایا۔

اس عقیدے کے تعلق سے قدوۃ الکبریٰ محبوب یزدانی حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کا واضح اور بے غبار موقف کا ذکر انسب ہوگا۔ **حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:**

"ہم اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب کی فضیلت پر بھی یقین رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ **تمام مسلمانوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور ان میں سب سے افضل ابوبکر بن قحافہ تھے پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔ ہمارے تمام برادران، فرزندان، محبین اور معتقدین کو یہ یاد رہے کہ ہم اسی پر تھے اسی پر ہیں اور ہمیشہ اسی پر رہیں گے۔** فرمان نبی ﷺ ہے کہ: تم جس حال میں زندگی گزاروگے اسی حال میں موت پاؤگے اور جس حال میں مروگے اسی حال میں تمھارا حشر ہوگا۔ جس کا مذکورہ بالا عقیدہ نہ ہو وہ گمراہ زندیق ہے۔ ہم اس سے بیزار ہیں اور خدا اس سے راضی نہیں"۔ (حجۃ الذاکرین مع رسالہ قبریہ ص ناشر جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینس مونمنٹس جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف)

آں جناب کے بقول کیا مخدوم پاک بھی خوارج کی روش پر چلتے ہوئے اس مسئلے میں اہل سنت پر رفض کے گولے داغ دیے ہیں؟ اے رفض کے آلہ کارو! ہوش کے ناخن لو اپنے ایمان کا تحفظ کرلو۔ ہم تو وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین، فقہا، صوفیا، علما، اور جمیع اسلاف نے کہا ہے۔ اجماع امت کے خلاف قول کرکے رافضیت کو بدعقیدگی کا کھاد پانی فراہم کرنے والے تم لوگ ہو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا غلط معنی گڑھ کر پیش کیا ہے اور علامہ ذہبی کی ایک عبارت میں تحریف کرکے ان کو مخالف اہل سنت بنایا۔ اللہ تعالی ایسے ملت فروشوں کے مکروفریب سے اہل سنت وجماعت کو محفوظ رکھے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو غوث العالم قدوۃ الکبریٰ محبوب یزدانی سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی طرف ہرگز منسوب نہ کرے کیوں کہ انہوں نے اپنی برأت کا اعلان کردیا ہے۔ نیز یہ لوگ کھل کر یہ کہیں کہ تفضیل شیخین کے قائل نہیں ہیں تو پھر ہم ایسے لوگوں سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ ☆☆☆☆

ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ اور ایک شہید سپاہی کے نادار بچے

شبِ عید حضرت سلطان کی رواداری اور عید کی نماز سے قبل اپنی شریکِ حرم کے ساتھ بچوں کے لیے مٹھائیاں، کپڑے اور کھلونے لے کر تشریف لے جانا

خدمتِ خلق کی ایک رقت انگیز داستان

مولانا محمد اختر علی واجد القادری

ہم نے غلام ہندوستان کی آزادی کی تاریخ بار بار پڑھی، حضرت سلطان حیدر علی اور ان کے بہادر فرزند ارجمند عظیم مجاہدِ آزادی حضرت ٹیپو سلطان کی جاں بازی کے واقعات نے بے پناہ متاثر کیا ہے۔ یہ انھیں کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''شیر کی ایک لمحے کی زندگی گیدڑ کی سو برس کی زندگی سے بہتر ہے'' ہم متعدد بار ان کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ مزارات کے قریب مسجد اور قریب ایک دوسری مسجد بھی ہے جہاں باضابطہ ایک اہم دار العلوم قائم ہے۔ سارا نظام ایک بزرگ مصباحی فرزند دیکھتے ہیں ۔ ہمیں وہاں کے ذمہ داروں نے آپ کی شہادت گاہ دکھائی۔ مقامِ شکر ہے کہ یہ دونوں سلطان حضرت شیخ مخدوم علی مہائمی قدس سرہ کے خاندان سے ہیں۔ پیشِ نظر تحریر نے ہمیں حد درجہ متاثر کیا، اب آپ بلا تاخیر مطالعہ فرمائیے۔ **از: مبارک حسین مصباحی**

اٹھارہویں صدی عیسوی ،نصف آخر کے عظیم بادشاہ ،انگریز سے لوہا نے لینے والے عظیم ہندوستانی، زبردست سپہ سالار، شیر میسور اور ملت کے علم بردار، سلطان حیدر علی کے سب سے بڑے لختِ جگر، فاطمہ فخر النسا کے نور نظر، حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کون نہیں جانتا کہ انھوں نے اپنی زندگی کے اہم ماہ وسال خدمت خلق میں گزارے ہیں، ان کی سوانح نگار ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :

''ایک مرتبہ حضرت ٹیپو سلطان کہیں جا رہے کہ تھے کہ چلتے چلتے ایک تنگ و تاریک گلی میں داخل ہوئے۔ ایک گھر کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی روشنی کے آثار نمایاں تھے۔ ایک بڑھیا کے کھانسنے کی آواز سن کر آپ کھڑے ہو گئے۔ ایک اونگھتے ہوئے بچے کی آواز آئی۔ دادی اماں کھانا پکا نہیں اب تک؟ دوسرے بچے نے اپنی نحیف آواز اس سے ملاتے ہوئے کہا۔ دادی! نیند سے برا حال ہوا جاتا ہے۔ کب پکے گا کھانا؟ بڑھیا نے بچوں کو دلا سا دیتے ہوئے کہا: ''ابھی پک جائے گا، کچھ دیر اور صبر کرو اور لیٹے رہو۔''

پھر ایک بچے نے کہا۔ کل عید ہے، سب بچے اپنے والد کے ساتھ اچھے اچھے کپڑے خرید رہے ہیں، ہمارے ابّا کہاں ہیں ہمیں کون کپڑے دلائے گا؟'' دوسرے بچے نے کہا۔'' دادی اماں۔ تم کہتی تھی نا کہ ہمارے ابّا اور امی عید کو آئیں گے اور ہمارے لیے اچھے اچھے کپڑے، مٹھائیاں اور کھلونے لائیں گے! بڑھیا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو گیا۔ ٹیپو اس سماں کو دروازے کی ایک دراڑ سے دیکھ رہے تھے، بڑھیا نے اپنے آنسوؤں کو پوچھتے ہوئے بچوں کو سمجھاتے ہوئے کہا:

''وہ آتے ہی ہوں گے بیٹا، تم اب سو جاؤ کل تمھارے ابّا اور امّی آجائیں گے اور پھر تم موج کرو گے۔ کپڑے مٹھائیاں اور کھلونے سب مل جائیں گے تم کو۔''

مگر اب کھانے کو دے دو دادی اماں! بھوک بہت لگ رہی ہے۔ ایک بچے نے کہا۔ تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ اب کھانا پکنے ہی والا ہے۔ بڑھیا نے بچوں کی طرف دیکھا۔ پھر اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا:

"یا اللہ اب ہم سب کو اُٹھالے، حد ہوگئی، کل میں ان بچوں کو کیا جواب دوں گی؟"

حضرت ٹیپو سلطان نے بے قرار ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے، اس بے وقت ہم غریبوں کو آدھی رات گئے بھی چین لینے نہیں دیتے۔ سلطان نے جواب دیا۔ دروازہ کھولو مائی۔ میں کھانا اور رات گزارنا چاہتا ہوں۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ ہمارے یہاں کیا دھرا ہے۔ کہیں اور جگہ چلے جاؤ۔ سلطان نے جواب دیا کہ چند روٹیاں میرے پاس موجود ہیں میں تمھارے بچوں کے ساتھ مل کر کھالوں گا اور پڑا رہوں گا، اس میں دونوں کا بھلا ہو گا۔ بڑھیا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ اور ایک طرف سلطان بیٹھ گئے۔ اونگھتے ہوئے بچے اس نووارد کو دیکھ کر چونک گئے۔ سلطان نے جھولی سے چند روٹیاں نکالیں اور بچوں کے سامنے رکھ دیں، بچے جو بھوک سے بے قرار ہو رہے تھے کھانے لگے۔ سلطان اس عالم کو دیکھتے تھے اور جی ہی جی میں خوش ہو رہے تھے۔ بھوکے بچوں کے پیٹ کی آگ بجھی تو وہ سو گئے۔ سلطان نے بڑھیا سے پوچھا۔ ان بچوں کے ماں باپ کہاں ہیں۔ بڑھیا کا جامِ صبر لبریز ہو گیا اور سسک سسک کر رونے لگی۔

سلطان نے بڑھیا کو دلاسا دیتے ہوئے پوچھا۔ سلطان ٹیپو کی سلطنت میں یہ اندھیر، بتاؤ کہاں ہے ان بچوں کا باپ؟ بڑھیا نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔ بیٹا ان بچوں کا باپ ایک سپاہی تھا جو جنگ میں کام آگیا۔ اس کے رنج میں ان کی ماں کڑھ کڑھ کر مر گئی۔ اب میں ایک بوڑھی ان کے لیے رہ گئی ہوں۔ دن بھر محنت مزدوری کرتی ہوں۔ کبھی کچھ مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں، مگر اکثر فاقوں پر فاقے گزرتے ہیں، بڑھیا ہوں، مشقت کے قابل نہیں رہی۔ آج کچھ نہیں ملا۔ مگر بچوں کو تسلی کے لئے ہانڈی چولہے پر چڑھی ہے۔ اس میں کچھ نہیں۔ تم کو خدا نے بھیج دیا اور بچوں کی بھوک دور ہو گئی۔ سلطان نے پوچھا۔ مگر کل کیا ہو گا؟ بڑھیا نے روتے ہوئے کہا کہ اسی کا تو مجھے ڈر ہے۔ کل عید ہے۔ شہر کے بچوں کو خوشیاں مناتے دیکھ کر نہ جانے ان بچوں کا کیا حال ہو گا۔

سلطان نے پوچھا: گنجِ عام سے تمھارے شہید بیٹے کے پسماندگان کو کچھ نہیں ملتا؟ بڑھیا نے کہا: غریبوں کو کون پوچھتا ہے بیٹا! بھیس بدلے ہوئے سلطان نے پوچھا۔ "اس بے انصافی کی خبر تم نے سلطان ٹیپو کو کیوں نہیں دی؟ بڑھیا نے کہا۔ ہم غریبوں کی سلطان تک پہنچ کیسے ہو؟ اتنے میں بچے بیدار ہو گئے۔ سلطان نے بڑھ کر ان کا منہ چوما اور کہنے لگے۔ بچو میں دور سے آیا ہوں اور یہ خوشخبری لایا ہوں کہ کل تمھارے ابّا اور امّی بہت سی مٹھائیاں، اچھے اچھے کپڑے اور کھلونے لے کر تمھارے پاس آرہے ہیں۔ بچے فرطِ مسرت سے بے تاب ہو کر اپنی دادی اماں سے لپٹ گئے۔ بڑھیا نے سلطان سے کہا۔ غریبوں کے زخموں پر کیوں نمک چھڑکتے ہو بیٹا۔ ہماری بے کسی کا کیوں مذاق اُڑاتے ہو۔ سلطان ٹیپو نے کہا۔ مگر دادی اماں کو کیا خبر؟ صبح کیا دکھلائے۔ بڑھیا نے کہا جو خدا کو پیارے ہو گئے وہ کیسے آئیں گے۔ سلطان خاموش ہو گئے اور اس گھر سے نکل پڑے، صبح ہوئی۔

عید کی صبح سلطنت خداداد کے صدر مقام سری رنگا پٹم کی عید قابل دید تھی۔ سب مسلمان عید گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ زرق برق کپڑوں کے ساتھ عطر اور گلاب کی خوشبو کی مہک یہ بتا رہی تھی کہ آج کا دن کوئی معمولی دن نہیں ہے۔ یکایک محل سے سلطان ٹیپو کی سواری نکلی۔ خلافِ عادت سلطان کے پیچھے ملکہ بھی پالکی میں سوار ہمراہ تھی۔ پیچھے چوبدار اور نوکر بڑے بڑے طبقوں میں کچھ اُٹھائے ہوئے ساتھ تھے۔ سلطان کی سواری شاہراہ سے ہٹ کر ایک تنگ و تاریک گلی کی طرف مڑ گئی۔ مصاحب اور ہمراہی متعجّب تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے! ایک ٹوٹے پھوٹے بوسیدہ گھر کے پاس سلطان اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور اس گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے ملکہ بھی پردہ لگا کر اس گھر میں داخل ہوئیں۔ طبق جو سرپوشوں سے ڈھکے ہوئے تھے اندر پہنچا دئے گئے۔ کچھ دیر بعد سلطان اندر سے نکلے تو ان کے ساتھ دو بچے نہایت نفیس اور قیمتی لباس سے مزین تھے۔ سلطان دونوں کی انگلیاں پکڑے ہوئے تھے۔ بچے خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔ ایک بچے نے دوسرے بچے سے کہا۔ رات کو اس بھکاری نے سچ کہا تھا کہ آج ہمارے ابّا اور امّی آرہے ہیں اور ہمیں مٹھائیاں، کھلونے اور کپڑے دیں گے۔ دوسرے نے کہا ہمارے ابّا تو بادشاہ ہیں۔ دور سے بڑھیا اس منظر کو دیکھ کر خوشی سے مدہوش ہوئی جا رہی تھی۔ شاہی لباس نے اس کی شکل بھی بدل ڈالی تھی۔ پھٹے ہوئے چیتھڑوں کی جگہ صاف و شفاف کپڑوں نے لے لی تھی۔ بڑھیا نے دعائیں دیں کہ سلطان نے ہماری دنیا ہی بدل ڈالی۔ سلطان ٹیپو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے بیٹا کہو ماں۔ آج میں نے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ خدا اسے قبول فرمائے۔ پھر عید گاہ کی طرف سلطان کی سواری روانہ ہوئی۔ سلطان نے فرمان صادر کیا کہ ریاست کے سارے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت اور پرورش گنجِ عام سے ہوا کرے۔ (سلطانیات)

یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ترتیب دے جا سکتے ہیں جو حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے روشن باب کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں، ان کی سیرت پر لکھی جانے والی درجنوں کتابیں شاہد ہیں کہ وہ نہایت ملنسار، خدمت گزار، اپنے رعایا کے حقوق کے صحیح علم بردار تھے، ان کی بارگاہ میں جو جاتا، خالی مراد نہیں لوٹتا، ہندو ہوں یا مسلم، کرسچن ہوں یا عیسائی، اعلیٰ ذات والے ہوں یا ادنیٰ ذات والے، ہر کسی کو نوازنا ان کا خاصہ تھا، ماہر بادشاہ ہونے کے علاوہ اپنے زمانے کے سخیوں پر بھی سبقت رکھتے تھے۔ وہ جہاں جاتے اس علاقے کی دیگر ضرورتوں کے علاوہ شہریوں کے معاشی کوائف و احوال بھی جاننے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے، وہ خدمت خلق میں نمایا کردار ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین۔

استاد اور علم کا ادب واحترام اور جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں علم کے ذکر کو سب سے پہلے فرمایا اس سے علم کی فضیلت واضح ہے۔ رب العالمین نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو تعلیم دی اور محبوب خدا نے علم حاصل کیا علم سیکھنے سکھانے اور علم کی فضیلت پر قرآن مجید میں ۷۸۱ آیت کریمہ موجود ہیں اور احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں، احادیث کی کتابوں میں علم کے باب (CHAPTER) موجود ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴﴾ (القرآن سورہ الجمعہ ۶۲، آیت ۲ سے ۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو بھی یہ رسول پاک کرتے ہیں اور علم دیتے ہیں جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے چاہے دے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ (کنزالایمان)

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ: اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو رسول کریم پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا فیض صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک موقوف نہیں بلکہ تا قیامت رہے گا، لوگ آپ کی نگاہ کرم سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، علم سیکھتے اور سیکھاتے رہیں گے۔ ابو موسیٰ وابی بردہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں، اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سیکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ (بخاری، حدیث ۷۹)

استاد اور کتاب کا احترام وحق:

طالب علم جس سے بھی کچھ سیکھے اس کا احترام اس پر فرض ہے۔ اگر سیکھنے والا، سیکھانے والے کا احترام نہیں کرتا تو وہ علم ضائع ہو جاتا ہے، جو علم عمل سے بیگانہ ہو وہ علم ایک بے معنیٰ لفظ ہے۔ علم کسی بھی نوعیت کا ہو، اس کا عطا کرنے والا بہر حال قابل عزت ہے، استاد کے لیے جب تک ادب واحترام کا جذبہ دل کی گہرائیوں سے نہ ہو تب تک نہ علم کا گلزار مہکے گا اور نہ ہی علم فائدہ دے گا نہ ہی طالب علم کے قلب ونظر کو علم نورانی بنائے گا۔ انسان کو کون بناتا ہے میری مراد انسان کی تخلیق نہیں۔ انسان کو آدمیت کی طرف لیجانے والے فنکار کا نام "معلم" TEACHER ہے اسی لیے اس کا کام دنیا کے تمام کاموں سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

خموش، اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

معلم کائنات ﷺ نے خود کو معلم کہا:

آپ کے شاگرد یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کا کتنا احترام کرتے تھے۔ دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ معزز دوستو! احترام استاد ایک عظیم جذبہ ہے حضرت علی کرم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جس شخص سے میں نے ایک لفظ بھی پڑھا میں اس کا غلام

ہوں، چاہے وہ مجھے بیچ دے یا آزاد کردے "خلیفہ وقت ہارون رشید نے" اپنے وقت کے امام بزرگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں حدیث پڑھا دیا کریں۔ امام مالک نے فرمایا: "علم کے پاس لوگ آتے ہیں، علم لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ تم کچھ سیکھنا چاہتے ہو تو میرے حلقہ درس میں آسکتے ہو" خلیفہ آیا اور حلقۂ درس میں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ عظیم معلم حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ڈانٹ پلائی فرمایا: خدا کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان اور اہل علم کا احترام کیا جائے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ ہارون رشید شاگردانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

احترام و ادب:

کہتے ہیں "باادب بانصیب... بے ادب بے نصیب...!!!" ایک بار مشہور مجذوب بزرگ حضرت بہلول دانا رضی اللہ عنہ کسی نخلستان میں تشریف رکھتے تھے، ایک تاجر کا وہاں سے گذر ہوا، وہ آپ کے پاس آیا اور سلام کرکے باادب آپ کے سامنے دوزانوں بیٹھ گیا اور انتہائی ادب سے گذارش کی "حضور! تجارت کا کون سا سامان خریدوں جس میں بہت نفع ہو" بہلول دانا نے فرمایا: "سیاہ کپڑا لے لو" تاجر نے شکریہ ادا کیا اور الٹے قدموں چلتا چلا گیا، جا کر اس نے علاقے میں دستیاب تمام کالا کپڑا خرید لیا۔ کچھ ہی دنوں بعد شہر کا بہت بڑا آدمی انتقال کر گیا، ماتمی لباس کے لیے سارا شہر سیاہ کپڑے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا..... اب سیاہ کپڑا اس تاجر کے پاس ذخیرہ تھا اس نے منھ مانگے داموں کپڑا فروخت کیا اور اتنا نفع کمایا جتنا ساری زندگی نہ کمایا تھا اور بہت ہی امیر کبیر ہو گیا، پھر کچھ عرصے بعد وہی تاجر گھوڑے پر سوار کہیں گذرا حضرت بہلول دانا وہاں تشریف رکھتے تھے، وہ وہیں گھوڑے پر بیٹھ کر رعونتسے پوچھا "او دیوانے! اب کی بار کیا لوں" حضرت بہلول دانا نے فرمایا "تربوز لے لو" وہ بھاگا بھاگا گیا اور ساری دولت سے پورے ملک سے تربوز خرید لیا۔ ایک ہی ہفتہ میں سب خراب ہو گئے اور وہ کوڑی کوڑی (پائی، پائی) کا محتاج ہو گیا.... اسی خستہ حالی میں گھومتے پھرتے اس کی ملاقات حضرت بہلول دانا سے ہو گئی کہا، "یہ آپ نے میرے ساتھ کیا کیا؟ حضرت بہلول دانا نے فرمایا" میں نے نہیں، تیرے لہجوں اور الفاظوں نے یہ سب کیا جب تو نے ادب سے پوچھا تو مالا مال ہو گیا... اور جب گستاخی کی تو کنگال ہو گیا۔ اسی کو کہتے ہیں... باادب بانصیب... بے ادب بے نصیب!!۔

حضور حافظ ملت اور استاد کا ادب:

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی بار گاہ میں ہمیشہ انتہائی باادب دو زانوں بیٹھا کرتے، اگر صدر الشریعہ ضرورتاً کمرے سے باہر تشریف لے جاتے تو طلبہ کھڑے ہو جاتے اور ان کے جانے کے بعد بیٹھ جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہو جاتے لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پورے وقفے میں کھڑے ہی رہتے اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسند تدریس پر تشریف فرما ہونے کے بعد ہی بیٹھا کرتے۔

کتابوں کا ادب علم کا احترام:

آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہ پڑھتے نہ پڑھاتے بلکہ تکیہ یا ڈیسک پر رکھ کر پڑھاتے، قیام گاہ سے کبھی کوئی کتاب لے جانی ہوتی تو داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے کسی طالب علم کو دیکھتے کہ کتاب ہاتھ میں لٹکا کر چل رہا ہے تو فرماتے! کتاب سینے سے لگائی جائے گی تو سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور رکھا جائے گا تو کتاب بھی سینے سے دور رہو گی، یہ تھا استاد، علم اور کتاب کا ادب و احترام اسی ادب کی بدولت تو آج دنیا آپ کو جلالۃ العلم کے نام سے بھی جانتی، مانتی ہے۔ ایسے کئی واقعات ہیں، لکھنے سے مقالہ طویل ہونے کا خدشہ ہے۔

طالب علم سے شفقت بھرا انداز:

چند سبق آموز باتیں علمائے کرام سے سنی ہوئی مطالعہ فرمائیں حافظ وقاری حضرت مولانا مبین الھدیٰ نوری صاحب جمشید پور جو حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے خاص شاگردوں میں تھے اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ کئی بار بتایا تقریروں میں سنایا (مولانا مرحوم جن کا وصال ۶ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ، بمطابق ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء ہوا) حضرت مولانا مبین الھدیٰ نوری مبارک پور سے کلکتہ، (اب بدلا ہوا نام "کولکاتا") تک سفر میں تھے حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب ٹرین سے اترے تو آپ نے مولانا محترم سے پوچھا آپ نے سفر میں کتنے پارے پڑھے تو مولانا صاحب چپ رہے حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا الحمد للہ میں نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ تھے حضور حافظ ملت پھر آپ نے بہت شفقت و محبت کے ساتھ تاکید فرمائی کی سفر حضر میں جب بھی موقع میسر آئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہا کیجیے، قرآن کی تلاوت بہت افضل عبادت ہے۔

حضرت مولانا مبین الھدیٰ کہتے تھے کہ حضرت کی پیار بھری

نصیحت کا اتنا اثر ہوا کہ جب سے میں سفر و حضر میں اکثر اوقات تلاوت کیا کرتا ہوں، اور حقیقت ہے کہ مولانا موصوف کو اکثر میں نے تلاوت کرتے دیکھا۔ حضور حافظ ملت کی تعلیم کا یہ اثر ہی تھا کہ فراغت کے بعد سے مسلسل بلا ناغہ انتقال کے سال تک ۴۹ محرابوں میں تلاوت قرآن کریم تراویح میں سنایا آخری ۴۹ویں محراب سنانے میں بہت بیمار تھے ستائیسویں شب ختم قرآن میں خوب رو رو کر دعا مانگی یا اللہ مجھے توفیق دے تا زندگی تراویح میں ختم قرآن کرتا رہوں ایسا نہ ہو کہ بغیر سنائے رہ جاؤں موصوف کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں اسی سال ۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ کو آپ کا وصال ہو گیا آپ کی تراویح کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ سنت عثمانی پر عمل پیرا ہو کر تراویح میں قرآن سناتے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور رمضان کی ستائیسویں شب کو پورا ختم قرآن ہو جاتا۔ دوسرا واقعہ انتہائی عبرت ناک ہے مطالعہ فرمائیں حضرت مولانا بدر عالم بدر القادری صاحب حال مقیم ایمسٹرڈم ہالینڈ کی زبانی مولانا بدر عالم صاحب فارغ ہونے کے بعد ناچیز راقم کے وطن قصبہ مورانواں، ضلع: اناؤ، یوپی میں مدرسہ ضیاء الاسلام و یتیم خانہ جو کہ تقریباً ۹۰ سال سے زیادہ پرانا اور یوپی کے نامور مدرسہ و یتیم خانہ میں سے ہے پڑھانے تشریف لے گئے۔ آپ اکثر ہم لوگوں کو جمعہ کے دن بھی سبق پڑھاتے اور فرماتے کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم لوگوں کو جمعہ کے دن بھی سبق پڑھاتے تھے اور کہتے تھے آئیے تھوڑا سبق پڑھ لیجئے تاکہ علم کی برکت جاری رہے ناغہ ہونے سے برکت زائل ہو جاتی ہے یہ تھا حضور حافظ ملت کا شاگردوں کو تعلیم دینے کا طریقہ اب ایسے شفیق اور مشفق استاذ کہاں؟ اب تو اساتذہ گھڑی دیکھتے رہتے ہیں دور دور تک اندھیرا ہی دکھائی دیتا ہے۔

ایک اور سبق آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں حضرت کے خاص تلامذہ میں حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی (پیر طریقت، چمن پیر بیگھہ شریف، ضلع: نالندہ، مہتمم: مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف، بہار شریف، نالندہ) انہوں نے کئی بار حضور حافظ ملت کے احتیاط اور تقویٰ کو تقریروں میں بیان کیا آپ اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ہم اور کئی لوگ حضور حافظ ملت کے گھر میں بیٹھے تھے ایک صاحب آئے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا، بیٹھ گئے مصافحہ کرتے وقت حضور حافظ ملت نے خیریت پوچھی اور دریافت فرمایا کوئی کام ہے! انہوں نے کہا نہیں، تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے پوچھا کوئی کام ہے، انہوں نے کہا نہیں ان کی لائی ہوئی مٹھائی حضور حافظ ملت نے گھر بھجوا دی کچھ ہی دیر میں آئے شخص نے اپنی ضرورت کو بیان کیا اور کہا کہ مقدمہ چل رہا ہے اس کی کامیابی کے لیے تعویذ چاہیے اتنا سنتے ہی حضور حافظ ملت نے فرمایا میں نے آپ سے پہلے ہی پوچھا تھا کہ کوئی کام ہے آپ نے کہا نہیں خیر تشریف رکھیے، حضور حافظ ملت نے فوراً ان کی لائی ہوئی مٹھائی گھر سے منگوائی اور دیکھا کہ مٹھائی ویسے ہی ہے استعمال نہیں ہوئی ہے آپ نے الحمد للہ! کہا پھر آپ نے ان سے مقدمہ کی تفصیل معلوم کی ان کی بات سے یہ معلوم ہوا وہ صاحب گھر بنا رہے ہیں اور پڑوسی راج مستری (جو کہ غریب ہے) آپ ساری بات کو سمجھ گئے اور ان کو بہت پیار سے سمجھایا کہ پڑوسی کے بہت حقوق ہیں اور اگر وہ غریب ہے تو اس کا حق اور بڑھ جاتا ہے آپ نے سمجھایا اور فرمایا مقدمہ میں جیت کے لیے مظلوم کی مدد کی جاتی ہے اس کو تعویذ دی جاتی ہے اس کے لیے دعا کی جاتی ہے، آپ کو تعویذ کی ضرورت نہیں ہے اور مٹھائی کے ساتھ ان صاحب کو رخصت کر دیا کچھ ہی دنوں بعد آپ کے سمجھانے کا یہ اثر ہوا کہ وہ صاحب اپنے ساتھ پڑوسی عبدالحلیم راج مستری جن سے ان کا مقدمہ چل رہا تھا لے کر آئے اور حضور کی بارگاہ میں عرض کیا حضور ہم دونوں مقدمہ ختم کریں گے آگے نہیں لڑیں گے۔ حضور حافظ ملت نے خوشی کا اظہار فرمایا اپنی جیب خاص سے ایک روپیہ نکال کر شیرینی منگائی اور فاتحہ دی اور بہت رقت آمیز دعائیں فریقین اور سب کے لیے فرمائی اور فرمایا مقدمہ بازی سے بچو اپنے پیسے حرام میں نہ خرچ کرو وغیرہ۔

ناچیز کو بھی اشرفیہ میں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ زمانہ طالب علمی میں قاضی عبدالسمیع اور اساتذہ کی بھی زبانی کئی اہم سبق آموز واقعات سنے ہوئے ہیں جو کہ قلم بند ہونے چاہیے ناچیز کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ کر نہیں ہو پاتا کاش مجھ سے کوئی واقعات پوچھتا میں بتا دیتا قلم بند ہو جاتا تو اچھا ہوتا ان شاء اللہ اگر صحت اور حالات نے موقع دیا تو ایک کتابچہ تیار کرنے کا ارادہ ہے حضور حافظ ملت کی زندگی کے واقعات ہمارے لیے اور خصوصیت سے طالب علموں کے لیے بہت کارآمد ہے۔ طالب علموں کو توجہ خاص کی ضرورت ہے حضور حافظ ملت وقت کی بہت قدر فرماتے اور انتہائی پابندی سے اپنے ہر کام کو انجام دیتے ہم تمام لوگوں کو وقت کی اہمیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے ناچیز کے مضمون "وقت کی قدر کریں، تساہلی اور کاہلی سے دور رہیں"، "وقت انمول ہے پیارے!" ضرور مطالعہ فرمائیں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو حضور حافظ ملت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆

اقوالِ حافظِ ملت کی عصری معنویت

محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

بزرگان دین کے زبان وقلم سے نکلے ہوئے الفاظ، ارشادات عالیہ کا درجہ رکھتے ہیں اور عملی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ حالات کا دقت نظر سے جائزہ لیتے ہیں اور کارآمد گفتگو کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو تجربات کا نچوڑ ہوتی ہے۔ جن سے درس عبرت ملتا ہے۔ فکر کو اچھائی کی طرف راہ ملتی ہے۔ جن سے ذہن و فکر کی بہتر تشکیل ہوتی ہے۔ یہ روح اور دل کو سکون بھی بخشتے ہیں اور ہر عصر و عہد میں ان کی افادیت برقرار رہتی ہے۔ حضور حافظ ملت کے اقوالِ حکمت و موعظت کا بھی کچھ یہی حال ہے۔

حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ محدث مرادآبادی (ولادت ۱۸۹۴ء/وصال ۱۹۷۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، اللہ عزوجل کے ان برگزیدہ بندوں میں سے تھے، جن کے افکار علوم و معارف کا گنجینہ ہوا کرتے ہیں اور جن کے دل علم وحکمت سے روشن۔

حافظ ملت کی زبان ذکر خدا و رسول سے سرشار رہا کرتی تھی۔ علم میں یکتائے روزگار تھے۔ عمل کے پیکر تھے۔ اعمال صالحہ ان کا شیوہ تھا۔ سنت نبوی ان کی زندگی تھی۔ ان کے سینے میں قوم وملت کے لیے دھڑکتا ہوا دل تھا۔ خدمت خلق ان کی پہچان تھی۔ ان کی زندگی کی ایک ایک ساعت خدمت دین اور خدمت خلق کے لیے وقف تھی۔ ان خوبیوں کے باوجود حضور حافظ ملت ایک جید عالم، بہترین استاذ اور مشفق مربی تھے۔ بلند پایہ محدث بھی تھے۔ قوم کا درد رکھنے والے باکمال خطیب تھے۔ ملی اور سماجی مسائل حل فرماتے۔ آپ طلبہ اور متعلقین کو برابر نصیحت کرتے رہتے۔ آپ صرف قول کے دھنی نہیں تھے، بلکہ آپ جو فرماتے اس پر عمل بھی کرتے۔ اسی بنا پر آپ کے اقوال ہر خاص وعام میں مقبول ہیں۔ خاص طور سے تحفظ اوقات کے سلسلے میں آپ کا طرز عمل قابل تقلید ہے اور آپ کے اقوال، وقت کی قدر وقیمت کو سمجھنے میں بڑے معاون ہیں۔ چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

وقت کی اہمیت:

"تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔"

آدمی وقت کو کام میں نہیں لاتا اور سمجھتا ہے کہ وقت اس کا انتظار کرے گا اور وہ جب چاہے گا اس کا استعمال کر لے گا، حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وقت کی سوئی آگے ہی بڑھتی جاتی ہے۔ زندگی بھی اس کے ساتھ سمٹتی چلی جاتی ہے۔ جو اس بات کو اچھی طرح سے محسوس کرتا ہے وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی زندگی کو برباد ہونے سے بچا لیتا ہے۔ جو نہیں سمجھتا وہ تباہی اور ناکامی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ کیوں کہ وقت گزرنے کے بعد پھر واپس نہیں آتا ہے۔ نہ ہی زندگی کے گزرے ہوئے لمحات واپس آتے ہیں۔

وقت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی تمام عبادات میں وقت کا بڑا دخل ہے۔ بغیر وقت کے عبادت قبول نہیں۔ نماز کا وقت نہیں آیا اور نماز پر نماز پڑھے جا رہے ہیں تو نفل تو ہو سکتی ہے لیکن بغیر وقت کے فرض ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ بغیر وقت کے نہ نماز فرض ادا ہو سکتی ہے نہ ہی ساقط ہو سکتی ہے۔ ایک مثال وقوف عرفہ کی بھی لے سکتے ہیں کہ نویں ذی الحجہ سے پہلے یا بعد میں وقوف کیا یا پورے سال وہیں رہا لیکن نویں ذی الحجہ کو وقت خاص میں میدان عرفات میں موجود نہیں رہا، سرے سے اس کا حج ہی نہیں ہوا۔ اتنی بڑی عبادت کچھ گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے پوری نہیں ہوتی، اندازہ لگائیں اسلام میں وقت کی کتنی اہمیت ہے۔

وقت بہت قیمتی چیز ہے۔ وقت کو ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ وقت کی اہمیت تو ہر صاحب عقل پر واضح ہے۔ وقت کسی کا نہیں ہوتا، جس نے اس کا صحیح استعمال کیا، وہ کامیاب ہوا۔

ایک مرتبہ مبارک پور قصبہ کے ایک حاجی صاحب نے کہا کہ حضرت آپ کچھ آرام فرمائیں، بہت کمزور ہو گئے ہیں، تو حافظ ملت نے اسی وقت فرمایا حاجی صاحب:

"زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام"

یعنی زمین کے اوپر آرام کرنے کا وقت نہیں ہے، زمین کے نیچے

آرام کرنا ہوگا۔ حقیقی آرام تو زمین کے نیچے ہی ہے۔ اگر ہم نے زمین کے اوپر کار خیر کیا تبھی زمین کے نیچے آرام ملے گا۔ کیوں کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہاں جیسا عمل کریں گے، ویسی ہی جزا ملے گی۔

دولت کی اھمیت:

"دولت خدا کی نعمت ہے، لیکن اس سے بڑی نعمت راہ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ ہے"

اس قول کا گہرائی سے جائزہ لیں تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ مال تو بہتوں کے پاس ہوتا ہے، لیکن راہ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ جب کہ اس دنیا کے مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

"اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" (الکھف ۱۸، آیت ۴۶)

ترجمہ: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگھار ہے۔ (کنزالایمان)

ایک دوسری جگہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

" کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ "۔ (الرحمٰن ۵۵، آیت ۲۶)

ترجمہ: " زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے "۔ (کنزالایمان)

ان دو آیتوں سے پتا چلا کہ دنیاوی مال و متاع کی کوئی حیثیت نہیں ہے، سب کو فنا ہونا ہے، لیکن اگر کسی نے انہیں راہ خدا میں خرچ کر کے اللہ کی رضا حاصل کر لی تو وہی کامیاب ہوا۔ مال اور بیٹے یہ دنیاوی کھیتی ہیں اور اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی۔ اللہ عزوجل نے بندوں کے لیے دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔ تاکہ بندہ دنیا میں بھی نفع حاصل کرے اور آخرت میں بھی کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔

تجربات کی اھمیت:

"عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربے سے فائدہ اٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے"

خود تجربہ کر کے وقت ضائع کرنے کے حافظ ملت خلاف تھے جیسا کہ آپ کے قول سے ظاہر ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس کام میں تجربہ ہو چکا ہے، اس میں تجربہ کاروں کے تجربے سے فائدہ اٹھایا جائے اور اپنا قیمتی وقت بچا کر دوسرے مفید کاموں میں لگایا جائے۔ ایسا کر کے ہم وقت اور اپنی ذہنی صلاحیت سے دوسرے مفید کام کر سکتے ہیں۔

تمباکو سے پرھیز:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ بیڑی، سگریٹ، حقہ اور تمباکو سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔ اگر کسی طالب علم کے بارے میں معلوم ہوتا کہ سگریٹ وغیرہ پیتا ہے تو فرماتے:

لوگ پیسے میں آگ لگاتے ہیں، اور اس کے دھوئیں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ میاں! ماں باپ پیسے اس لیے نہیں دیتے کہ فضول کاموں میں خرچ کیے جائیں"۔ (ملفوظات حافظ ملت، ص ۱۶)

حافظ ملت کو کہیں نہ کہیں بچوں کے والدین کے تئیں درد تھا، کہ وہ کیسے کیسے محنت اور مزدوری کر کے بچوں کو پڑھاتے ہیں، ناشتہ اور دیگر ضروریات کے لیے پیسہ بھیجتے ہیں۔ پریشانیاں برداشت کرتے ہیں۔ تاکہ بچے پڑھ کر عالم دین بن جائے۔ یہ طالب علموں کے لیے ایک اہم نصیحت ہے، کہ وہ پیسوں کا صحیح استعمال کریں۔ بے جا اخراجات سے بچیں۔

کردار کی بلندی:

کردار کی بلندی کے تعلق سے فرمایا کہ ہر اس بات سے یک لخت اجتناب (پرہیز) ہونا چاہیے، جس سے انسان کے دل میں کسی طرح کی اخلاقی و کرداری گراوٹ کا شائبہ بھی گزرے۔

آپ کا یہ قول اس حدیث پاک کی ترجمانی ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ "اتقوا مواضع التھم" تہمت کی جگہوں سے بھی بچو۔ یہ قول آپ کی حدیث دانی اور باریک بینی پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن پڑھنے کا ذوق:

ایک مرتبہ حضور حافظ ملت کہیں سے تشریف لا رہے تھے، مبارک پور کے ڈاک خانہ سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ لوگ مضطربانہ کھڑے ہوئے ہیں، انہیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کو اپنے خطوط اور اپنے دوستوں کے پیغام پڑھنے کا جتنا شوق ہے، کاش! اتنا ہی ذوق و شوق قرآن پڑھنے میں ہوتا۔ (ملفوظات حافظ ملت، ص ۱۶)

آپ مسلمانوں سے کیسے اظہار ہمدردی فرما رہے ہیں۔ اے کاش! ہم حضور حافظ ملت کے اس درد کو سمجھ پاتے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔ آپ سے محبت کا یہ تقاضا بھی ہے کہ آپ کے فرمان پر عمل کیا جائے اور اسے عام کیا جائے۔

اتفاق زندگی ھے:

"اتفاق زندگی ہے، اختلاف موت۔"

یہ بظاہر ایک چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن معنویت کے اعتبار سے بہت وسیع ہے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی

مرگیا، توجسم اور روح میں سے کون سی چیز ہے، جو مرگئی یا فنا ہوگئی۔ کیا روح مرجاتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اہل اسلام ہی نہیں بلکہ فلاسفہ کا بھی یہ ماننا ہے کہ روح نہیں مرتی۔ پھر کیا جسم مرجاتا ہے ؟ یہ بھی نہیں۔ اسے تو ہم آنکھوں سے دیکھتے اور ہاتھوں سے ٹٹولتے ہیں۔ تمام اعضا اپنی جگہ سلامت ہیں۔ کوئی عضو فنا نہیں ہوا ہے۔ پھر موت کیا ہے ؟ میں کہتا ہوں کہ موت جسم اور روح کے اختلاف کا نام ہے۔ جب تک روح اور جسم کا اتصال اور اتفاق تھا۔ آدمی زندہ تھا جب دونوں میں اختلاف اور جدائی ہوگئی کہ دیا کہ انسان مرگیا۔ معلوم ہوا کہ اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔ جسم اور روح کا اختلاف ایک شخص کی موت ہے۔ ایک محلہ، ایک گاوں، ایک شہر یا ایک ملک کا اختلاف اس محلہ، گاوں، شہر یا ملک کی موت ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم خاندانی اور معاشرتی زندگی اتحاد و اتفاق کے ساتھ گزاریں، اسی میں ہماری قوت اور حفاظت ہے۔ جب ہم زندگی کے ہر موڑ پر اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں گے تو کوئی بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اتحاد ہی کے ذریعہ باطل طاقتیں زیر کی جاسکتی ہیں۔

ایک اور مثال سے یوں سمجھیں، چند پتلی پتلی رسیاں لیں اور اسے ایک ساتھ ملادیں تو وہی رسی جو بہ آسانی ٹوٹ سکتی تھی، اب نہیں ٹوٹے گی۔ کیوں کہ اس جیسی چند اور رسیوں کا اتحاد ہوگیا ہے۔ تو ہم بھی اتحاد واتفاق کے ذریعے ایک خاندان اور معاشرے کو ٹوٹنے سے بچاسکتے ہیں۔

تندرستی : تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ایک بار حضرت مولانا بدر القادری سے فرمایا کہ اپنی صحت اور جسمانی قوت کا خیال کیجیے، دین و دنیا کا ہر کام تندرستی چاہتا ہے، **دین کی اچھی خدمت بھی اچھی صحت اور تندرستی پر موقوف ہے**، اس لیے صحت اور تندرستی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (ملفوظات حافظ ملت، ص ۱۳۶)

حضور حافظ ملت آخری ایام میں ایک بار بیماری سے اٹھے اور سفر پر روانہ ہوگئے۔ واپسی پر لوگوں نے چہرے پر بشاشت دیکھی تو اس کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"دین کے لیے جب میں سفر کرتا ہوں تو مجھے راحت ملتی ہے۔"

آپ اس جملے پر غور کریں کہ جب بندہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہوجاتا ہے یعنی اللہ کی محبت میں ڈوب جاتا ہے اور اللہ کے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیتا ہے۔ تب ایسے الفاظ ادا ہوتے ہیں۔ یہ صرف الفاظ نہیں تھے بلکہ حضور حافظ ملت کے واقعی احساسات تھے جس کا آپ نے لوگوں کے سامنے اظہار کیا۔ اس سے آپ کے مقام و مرتبے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کیا: حضرت آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ اس کے جواب میں حافظ ملت نے فرمایا کہ میاں!

مومن بوڑھا نہیں ہوتا۔ اس وقت حضرت کی عمر تقریباً اسی برس کی تھی۔ عمر کے اس حصے میں اپنے حوصلوں سے ہمیں یہ درس دے رہے ہیں کہ مومن اللہ کی اطاعت وفرمابرداری کے لیے بوڑھا نہیں ہوتا ہے۔ ہر عمر میں وہ رضائے الٰہی کے کاموں کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس مادہ پرستی کے دور میں جب کہ ہر شخص دنیاوی مال و دولت اور جاہ وحشم کے چکر میں اطاعت خداوندی سے دور ہوتا جارہا ہے۔ چند روپیوں کے حصول کے لیے غلط کام کرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اس زاویے سے بھی حضور حافظ ملت کی زندگی ہمارے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔

توکل کی اعلیٰ مثال :

حضور حافظ ملت کا ایک بہت ہی پیارا قول ہے

"توکل ہی توکل ہے۔"

آپ کی زندگی میں توکل کی مثالیں جابجا ملتی ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ، آپ کے توکل اور عزم و حوصلے کی ایک انوکھی مثال ہے۔ ایک چھوٹی سی بلڈنگ میں علم کی شمع بکھیرنے والے مرد مجاہد نے جب اللہ کی ذات پر بھروسہ کرکے الجامعۃ الاشرفیہ بنانے کی ٹھان لی تو لاکھ آندھیاں چلیں، لاکھ دشمنوں نے پست کرنا چاہا مگر حافظ ملت عزم وہمت کا پہاڑ بن کر ڈٹے رہے، تو اللہ پر بھروسہ ہی دشمنوں کے آڑے آیا اور جامعہ بن کر تیار ہوگیا اور آج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چہار دانگ عالم میں علم کی قندیلیں روشن کررہا ہے۔

یوں ہی جامعہ کے چندے کے لیے آپ کو کتنی مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ کتنی پریشانیاں جھیلنی پڑیں، لیکن اس مرد آہن نے ان مصیبتوں کو بہ سرو چشم قبول کیا اور اللہ پر کامل بھروسہ کیا۔ اللہ کی مدد آئی اور دین کے لیے بلند فکری مجسم بن کر جامعہ کی شکل میں آج بھی موجود ہے اور آپ کے توکل کی گواہی دے رہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

" وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَحَسْبُهُ " (الطلاق ۶۵، آیت ۳)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسا کرے وہ اس کو کافی ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت پر حضور حافظ ملت کو کامل یقین تھا۔ جس کا اثر ہمیں

جابجا دیکھنے کو ملتا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی اپنے اندر توکل کا کمال پیدا کریں تبھی ہم کوئی بڑا کام انجام دے سکتے ہیں۔

حافظ ملت کے چند مختصر اقوال یہاں اجمالاً ذکر کیے جاتے ہیں۔

- اپنی قدر خود پہچانو، دنیا میں باعزت رہوگے۔ جس نے اپنا وقار خود خراب کر لیا، دنیا کی نظر میں بھی ذلیل و خوار ہوا۔
- جب سے لوگوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے، ساری دنیا سے ڈرنے لگے ہیں۔
- قابل قدر وہ نہیں جو عمدہ لباس میں ملبوس اور علم وادب سے بے بہرہ ہے۔ بلکہ لائق تعظیم وہ ہے جس کا لباس خستہ اور سینہ علم سے معمور ہو۔
- جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا۔
- ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھتے ہیں۔
- بزرگوں کی مجلس سے بلا وجہ اٹھنا خلاف ادب ہے۔
- کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔
- ایسی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے جہاں سے اٹھنا پڑے۔
- احساس ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔
- آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے۔
- دوسروں کی خوبیاں دیکھنی چاہئیں اور اپنی خامیاں۔
- جسم کی قوت کے لیے ورزش اور روح کی قوت کے لیے تہجد ضروری ہے۔
- آدمی کو کام کرنا چاہیے، شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کام کرو، نام ہو ہی جائے گا۔
- اگر انسان کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو انسان کیا، قدموں کے نیچے کی کنکریاں بھی اس کا احترام کریں گی۔ ایک اخلاق اور دوسری استقلال۔
- خلاف شرع عمل مسلمان کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔
- مسلمان وہی ہے جو اللہ ورسول کا فرمانبردار ہو۔
- کامیاب اشخاص کی تقلید (پیروی) کرنے سے آدمی کامیاب ہوتا ہے۔ میں نے حضرت صدر الشریعۃ (مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ) کی پیروی کی، کامیاب ہوا۔ ماشاء اللہ۔

آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ بزرگوں کے اقوال میں جتنی گہرائی ہے اور جتنے تجربات پوشیدہ ہیں ایسے تجربات حاصل کرنے میں برسہا برس لگیں گے۔ اقوال حافظ ملت میں صدیوں کا فلسفہ مستور ہے۔ ایسے جہاں دیدہ اور روشن ضمیر کے اقوال دل کے نہاں خانے میں ایمان وایقان اور علوم ومعارف کی روشنی بکھیرنے کے لیے کافی ہیں اور آپ کے ملفوظات اگر طاق حیات پر سجا لیے جائیں، تو ہماری دین ودنیا جگمگا اٹھے گی۔ ☆☆☆

(ص:۲۰ کا بقیہ).... مرد اور عورت دونوں کو اجنبی مرد اور عورت سے اپنی نظر کی حفاظت کرنا لازم ہے اور یہی صحیح معنی میں نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔

مزار پر جانے کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حدیث میں قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ امام قاضی خاں سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر (قبروں اور مزاروں) پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جائز ناجائز نہیں پوچھتے یہ پوچھ کہ اس میں عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے کسی قبر کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہیں اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہیں جب گھر سے باہر نکلتی ہیں ہر طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہیں میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہیں اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہوتی ہیں۔ (جمل النور، ص:۲۴)

گذارشات:

(۱) مزارات پر جانا فرض یا واجب نہیں لہذا بزرگوں کے نام سے گھر بیٹھے بیٹھے ہی ایصال ثواب کر لیں وہاں جاکر ایصال ثواب کرنے سے عورتوں کے لیے گھر پر ہی کرنا افضل اور اللہ کی رحمت سے قربت کا ذریعہ ہے۔

(۲) ہر معاملہ میں آپ اسلام اور شریعت کی اقتدا کریں کسی کے بہکاوے میں نہ آئیں۔

(۳) شریعت کی حد میں رہ کر نیک اور جائز افعال واعمال کو اختیار کریں۔

(۴) اسلام دشمنوں کی جانب سے سازشوں، کو سمجھنے کی کوشش کیجیے اور انہیں ناکام بنانے کے لیے آپ بھی بھرپور ساتھ دیں۔

(۵) یہ یاد رکھیں کہ مزارات پر جانے کی وجہ سے عورتوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی جانب سے لعنت ہوتی ہے۔

(۶) پردے کا اہتمام ہر وقت کریں حضر میں ہو یا سفر میں۔

(۷) میری عزیز بہنوں اور ماؤں اپنے تقدس کا خیال کیجیے عزت وآبرو کی حفاظت کیجیے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو اسلام کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، اسلام کو سمجھنے کے لیے صحیح فکر اور ٹھوس دل عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ ☆☆☆

قادیانیت کے بڑھتے اثرات

اوران کے تدارک کی تدابیر

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مارچ ۲۰۱۹ء کا عنوان — حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: شخصیت و افکار کا ایک جائزہ

اپریل ۲۰۱۹ء کا عنوان — ملک کے موجودہ سیاسی حالات اور مسلمان: ایک منصفانہ جائزہ

فتنۂ قادیانیت اور اس کا تدارک

از: **مولانا حسیب اختر مصباحی**، استاذ شعبۂ کمپیوٹر، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

عہد رسالت سے لے کر پوری امت مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ ہمارے نبی پاک محمد ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو چکا۔ آپ کی ظاہری زندگی میں اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد کسی کو بھی نبوت نہیں مل سکتی، اب اگر کسی نے آپ ﷺ کے بعد نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا، مکار اور فریبی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں اپنے موقف کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

"امکان نبوت پر دلیل طلب کرنے والے کو بھی میں کافر سمجھتا ہوں۔"

نبی پاک ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، نبوت و رسالت کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے۔ نبوت و رسالت کے محل میں نقب لگانے والوں کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا کہ:

"میرے بعد تیس ایسے جھوٹے اور دجال ہوں گے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔"

انیسویں صدی کے آخر میں ضلع گورداسپور میں مرزا غلام احمد قادیانی (پیدائش ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰، موت ۱۹۰۸ء) نے انگریزوں کے تعاون سے دین اسلام کا ایک نیا تصور پیش کرنا شروع کیا۔ ابتدا میں مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے کے لیے عیسائیوں اور سکھوں سے مناظرے کیے اور اسلام کا دفاع کیا۔ رفتہ رفتہ بعض لوگ مرزا کو ایک مصلح اور مبلغ اسلام کا درجہ دینے لگے۔ مرزا قادیانی نے مشہور مبلغ اسلام بننے کے بعد مختلف کتابیں لکھنا شروع کیا اور پھر اپنے آپ کو مجدّد کہلوانے لگا اور بیسویں صدی کے آغاز میں بتدریج مہدی، مثل مسیح، مسیح موعود، ظلّی نبی، بروزی نبی، امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ خود کو تشریعی نبی کہنے سے بھی باز نہ آیا۔

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے آغاز میں مرزا قادیانی کے تبلیغی اور اصلاحی مشن سے متاثر ہو کر فرمایا کہ:

"اگر کسی کو سچا اسلام دیکھنا ہو تو وہ قادیان میں جا کر دیکھیں۔"

لیکن جب انھوں نے قادیانیت کا گہرائی سے مطالعہ فرمایا تو ایک بار پنڈت جواہر لال نہرو (جو قادیانیوں کے بہی خواہوں میں سے تھے) کو اپنے ایک مکتوب میں لکھا کہ:

"قادیانی ہندوستان اور مسلمان دونوں کے غدار ہیں۔"

اور فرمایا کہ اس مسئلے کی سنگینی سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جانا اشد ضروری ہے- آپ نے باور کرایا کہ قادیانیت کس طرح مسلمانوں کے اجتماعی وجود کے لیے خطرہ بن سکتی ہے- شاعر مشرق نے اس راز

سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا کہ:

”ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور اسلام کے بارے میں ان کے رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اس فرقے کے بانی (مرزا غلام احمد- جس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا) نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ اور اپنے مقلدین کو تازہ دودھ سے تشبیہ دی ہے، اور اپنے مقلدین کو مسلمانوں سے دور رہنے، میل جول رکھنے سے اجتناب، عام مسلمانوں کے ساتھ قیام نماز میں عدم شرکت، نکاح وطلاق وغیرہ کے معاملات میں بائیکاٹ اور سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ ”احمدیوں“ کے سوا تمام مسلمان کافر ہیں کا اعلان کیا ہے یہ سب ان کی علیحدہ حیثیت کا ثبوت ہیں۔“

قادیانیت عصر حاضر کا بدترین فتنہ ہے جو دین اسلام کی آڑ میں اور برطانوی سماج کے سائے میں اپنے باطل مذہب کی خوب ترویج و اشاعت کر رہی ہے اور اسلام کی من مانی تاویلات وتشریحات پیش کر کے امت مسلمہ میں کفر وارتداد پھیلا رہی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت نے اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہمیشہ ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال کیا ہے چاہے وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرونک میڈیا۔ آج کے موجودہ دور میں جب کہ اپنی باتوں کو پوری دنیا میں عام کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ لمحوں میں پوری دنیا کے اندر اچھی یا بری بات عام کر دی جاتی ہے۔

فتنہ قادنیت نے الیکٹرونک میڈیا میں انٹرنیٹ کا خوب استعمال کر کے آج کی ہمارے ایسی نوجوان نسل کو جو اسلامی تعلیم سے واقف نہیں یا اپنے مذہب کے بارے میں معمولی معلومات رکھتی ہے، ان کو اسلام سے دور کر کے کفر والحاد کے قعر عمیق میں دھکیل رہے ہیں۔ یہ لوگ انٹرنیٹ پر اپنی کئی ویب سائٹس دلکش پیرائے میں مختلف ناموں سے شائع کر چکے ہیں جن میں انسانی عمر کی درجہ بندی کر کے ہر عمر کے لوگوں کے لیے اسلامی معلومات فراہم کر رہے ہیں اور باضابطہ طور سے آن لائن اسلامی کورسیز بھی ان کی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔ چوں کہ آج کا نوجوان کتاب پڑھے یا نہ پڑھے وہ انٹرنیٹ، فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا کا ضرور استعمال کرتا ہے۔ اس لیے آج کے اس دور میں اس فتنے کے خلاف انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر کام کی از حد ضرورت ہے

فتنہ قادیانیت کے بڑھتے اثرات کا اندازہ گوگل کے سروے رپوٹ سے بھی کیا جا سکتا ہے پوری دنیا میں تیزی سے پھیلنے والے مذاہب میں گوگل رپورٹ کے مطابق قادیانی مذہب سے جوڑنے والوں کی شرح بعض ممالک میں دیگر مذاہب سے زیادہ ہے۔ ہندوستان میں یہ کہیں کہیں سننے میں آتے تھے مگر آج تقریبا ہندوستان کے ہر صوبے بلکہ ہر صوبے کے اہم شہروں میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں، یہ لوگ ناخواندہ، نیم خواندہ، اور پسماندہ مسلمانوں کو لالچ اور دھوکا دے کر خود کو اسلام کا سچا نمائندہ بتاتے ہیں اور نہایت عیّاری سے ان کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، ضعیف احادیث سنا سنا کر لوگوں کے دلوں میں علمائے اسلام کے خلاف نفرت بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستان کے جمہوری مزاج کا فائدہ اٹھا کر یہ فتنہ از سر نو پھر ابھر رہا ہے، جس کے تدارک کی فی الفور ضرورت ہے۔ ماضی میں جب اس فتنہ نے اپنا سر ابھارنے کی کوشش کی تو اس وقت کے عظیم علمائے کرام نے اس فتنے کے خلاف اپنی جان کی بازی لگا کر اسلام اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی تھی، اس وقت یہ فتنہ دبا تو ضرور تھا مگر ختم نہیں ہوا تھا اب جب کے یہ فتنہ دوبارہ اپنا سر ابھار رہا ہے، ایسے ماحول میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں پھر علمائے کرام کو اس فتنے کی طرف مکمل توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

فی الوقت ہماری حالت کچھ ایسی ہے کہ بعض علما اور ائمۂ مساجد کو فتنۂ قادیانیت سے متعلق صحیح معلومات بھی نہیں ہیں۔ ایک گفتگو کے دوران ایک عالم دین حیرت سے کہنے لگے کہ قادیانی نماز بھی پڑھتے ہیں!

رد قادیانیت کے سلسلے میں تین موضوعات بڑے اہم اور بنیادی ہیں۔ ختم نبوت، حیات و نزول عیسی علیہ السلام اور مرزا قادیانی کا کردار۔ مرزا قادیانی نے اپنی آخری عمر میں من مانے طور پر ختم نبوت کا ایسا نیا مفہوم ایجاد کیا جس کے بارے میں آج تک نہ تو کسی امام لغت کے وہم وخیال میں آیا اور نہ کسی مفسر نے اس طرح کی تفسیر فرمائی۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“ (حقیقۃ الوحی، رخ ۲۲ حاشیہ ۱۰۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نبی بنانے کی مہر ہیں۔ اب جو بھی نبی ﷺ کی کامل اتباع کرے گا وہ شخص آپ ﷺ کی مہر سے نبی بن سکتا ہے۔

اسی طرح جمہور امت کے خلاف حیات اور نزول عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طبعی موت ہو چکی ہے اور ان کا قبر کشمیر میں واقع ہے اور نبی پاک ﷺ نے قرب قیامت نزول عیسی ابن مریم کی جو بشارت دی ہے اس سے مراد

عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں بلکہ ان کا مثیل ہیں اور وہ مرزا قادیانی کے شکل میں آچکے ہیں۔العیاذ باللہ اسی پر بس نہیں کیابلکہ یہاں تک دعویٰ کیاکہ رسول پاک ﷺ کی دو بعثت ہوئی تھی ،بعثت اول مکہ شریف میں ہوئی اور بعثت ثانی قادیان میں مرزا قادیانی کے شکل میں ہوئی ہے اسی وجہ سے اپنے اصحاب کو اصحاب رسول اللہ کا درجہ دیتا ہے اور اپنی بیبیوں کو امہات المومنین کہلواتا ہے۔

جہاں تک مرزا قادیانی کے کردار کا سوال ہے تو اس کی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کرنے کے بعد نبی ہونے یانہ ہونے کا فیصلہ تو رہنے دیا جاے اسے کوئی منصف قاری سچا اور شریف انسان بھی نہیں کہ سکتا ہے۔

اس فتنہ کے بڑھتے اثرات کو دیکھتے ہوئے علماے اسلام اور دانشواران قوم وملت کے لیے ضروری ہوگیا ہے کہ اس کی سرکوبی اور اس کے بڑھتے اثرات کو روکنے لیے پوری قوت کے ساتھ منظم ہوکر میدان میں اتریں۔ماضی کے علماے کرام نے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے جو قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے اسے وقت کے تقاضے کے مطابق نئے اسلوب میں مثبت طریقے سے پیش کریں اور اپنی نئی نسلوں کو ختم نبوت جیسے اسلام کے بنیادی عقیدہ سے واقف کراکے انہیں کفر وضلالت کے دلدل میں پھنسنے سے بچائیں۔☆☆☆

فتنۂ قادیانیت-ایک مطالعہ

از: **مولانا محمد عابد چشتی**، استاذ دار العلوم صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا

انسانوں کی رشد وہدایت اور انہیں اپنے مالک حقیقی کا عرفان بخشنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نبوت ورسالت کا جو مبارک سلسلہ جاری ہوا اس کی تکمیل پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ کی ہمہ گیر نبوت و رسالت پر ہو جاتی ہے۔یہ عقیدہ اسلام کے ان مسلمہ عقیدوں میں سے ایک ہے جو قرآن وحدیث کی مضبوط اور غیر متزلزل بنیادوں پر استوار ہیں ،اسی لیے تاریخ میں کبھی بھی مسلمانوں نے اس عقیدے کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتا برداشت نہیں کیا ہے۔مگر جہاں یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے وہیں تاریخ کے مختلف منظر ناموں پر ایسے افراد بھی ہمیں دیکھنے کو مل جاتے ہیں جنہوں نے سستی شہرت، عیش وعشرت بھری زندگی اور مال و دولت کے لالچ میں کبھی خود اور کبھی غیروں کے اشارۂ ابرو پر نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی کوشش کی اور "مؤول نبی" بن کر ہزاروں سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر انہیں گمراہیت کے قعر عمیق میں لے جاکر ڈھکیل دیا۔نبوت ورسالت اور الہام ووحی کے دعووں کا یہ سلسلہ کوئی بہت بعد کا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ کی ابتدائی کڑیاں عہد نبوی میں ہی مل جاتی ہیں اور جو کسی نہ کسی صورت میں آج تک جاری ہیں۔

یہاں پہنچ کر ایک سوال ذہن کی سطح پر ابھرتا ہے کہ کیا جھوٹے نبیوں کے ظہور کو کسی حادثاتی پس منظر میں دیکھا جائے یا پھر قرآن و حدیث میں ان واقعات کی طرف رہنمائی اور اشارے بھی موجود ہیں ؟اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں سے جھوٹے نبیوں کا ظاہر ہونا کبھی بھی مسلمانوں کے لیے کوئی امر غیر متوقع نہیں رہا ہے کہ جو انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دے اس لیے کہ اسلامی علوم کا ادنی طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی پیغمبر صادق ﷺ کی غیبی نگاہیں مستقبل سے پردے اٹھاکر یہ آگاہ کر چکی تھیں کہ:

انه سيكون في امتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم انه نبي و انا خاتم النبين لا نبي بعدي (ابوداؤد)

ترجمہ:میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے جو خود کو نبی بتائیں گے جب کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور نہ صرف مردوں میں ظاہر ہونے والے جھوٹے مدعیان نبوت بلکہ احادیث پاک میں ان عورتوں کی بھی نشاندہی ملتی ہے جو نبوت کا دعویٰ کریں گی، چناں چہ امام احمد حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

في امتي كذابون و دجالون سبعة و عشرون منهم اربع نسوة و اني خاتم النبين لا نبي بعدي. (الحديث)

ترجمہ: میری امت میں ستائیس کذاب اور دجال ہوں گے(جو نبوت کا دعویٰ کریں گے)جن میں چار عورتیں ہوں گی، بیشک میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

اسی لیے جب بھی کوئی عقل کا مارا بالواسطہ یا بلا واسطہ اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو ایک مسلمان کو افسوس تو ہو سکتا ہے مگر اسے تعجب

نہیں ہوتا ہے اور نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ چیز ایک مومن کے ایمان و عقیدے کی پختگی اور اس کے مزید استحکام اور اطمینان قلب کا باعث ہو جاتی ہے جب وہ اپنے سچے رسول کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی پیشین گوئی کو حرف بحرف ظہور پزیر ہوتے دیکھتا ہے۔

تاریخ کے مختلف مراحل میں جن لوگوں نے اپنے اغراض کی دوکانیں چمکانے کے لیے جھوٹی نبوت کا سہارا لیا اور پھر اپنی کوششوں اور پر فریب چالوں سے اچھی خاصی آبادی کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوئے ان میں بعض درج ذیل ہیں :

مسیلمہ کذاب: مسیلمہ کذاب جھوٹے مدعیان نبوت کی صف میں سرفہرست ہے، اس شخص نے عہد رسالت کے آخری ایام ہی میں خود کے نبی ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کردیا تھا اور اپنے پیروکار اور گمراہ متبعین کی تعداد اور ان کا جوش وولولہ دیکھ کر اس کے اندر اس قدر جرأت پیدا ہوگئی کہ اس نے ایک خط پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ وہ نبوت میں پیغمبر اسلام کا شریک ہے اور یہ کہ وہ نصف زمین کا مالک ہے۔ اس کے جواب میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جو خط روانہ فرمایا اس میں اس بدبخت کو "مسیلمہ کذاب" کہہ کر خطاب فرمایا اور پھر اسی نام سے تاریخ نے اس کے ذکر کو ہمیشہ کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کرلیا۔ اسلام کی مشہور جنگ "یمامہ" مسیلمہ کذاب ہی کے خلاف لڑی گئی تھی جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید فرمارہے تھے، اس جنگ میں مسیلمہ کذاب حضرت وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل ہوکر واصل جہنم ہوا اور صحابہ کرام کی انتھک کوششوں کے بعد اس فتنے کا زور ٹوٹا۔

اسود عنسی: آخری ایام میں جب نبی کریم ﷺ کی علالت کی خبر عام ہوئی تو کچھ لوگوں کے اندر نبی بننے کی خواہش انگڑائی لینے لگی اسی درمیان قبیلۂ مذحج کے ایک شخص "اسود عنسی" نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی نبوت کا اعلان بھی کردیا۔ چوں کہ یہ شخص کاہن اور شعبدہ باز بھی تھا اس لیے بڑی تعداد میں لوگ اس کے جال میں پھنستے گئے اور یمن کا بڑا علاقہ اس نے اپنے ماتحت کرلیا۔ حسن اتفاق یہ کہ خود اسود عنسی کی بیوی اس سے زبردست نفرت کرتی تھی، جب مسلمانوں نے اسود عنسی کے خلاف مورچہ لیا تو اس کی بیوی کی خفیہ تدبیر ہی سے مسلمان اسود عنسی کو جہنم رسید کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جنگ ہوئی جس میں اس کے حامی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح گمراہیت کا یہ سیلاب تھم گیا اور ملک یمن پھر مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا۔

مختار بن ابو عبید الثقفی: اموی دور حکومت میں یزید کی ظالمانہ کارروائیوں سے کون واقف نہیں ہے جس نے اپنی حکومت کی خاطر اپنے ہی نبی کے نواسوں تک کو شہید کروا دیا، مگر ظالموں کا عروج و زوال تاریخ کی مسلم حقیقتوں میں سے ہے اور جب یزیدیوں کا زوال شروع ہوا تو ان پر خدا کی زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی اور مختار بن ابو عبید ثقفی نام کا شخص ان کے لیے تازیانۂ قدرت بن کر نمودار ہوا جس نے چن چن کر قاتلان امام پاک کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ مختار ثقفی نے اپنی قوت کو اہل بیت سے محبت کے نام پر ہی منظم کیا تھا اور خود کو اہل بیت کا خادم کہتا تھا، قاتلان حسین سے بدلہ لینے میں پیش پیش تھا مگر بعد میں پتہ نہیں اس کے سر میں کیا سودا سمایا کہ خود کے نبی ہونے اور اپنے پاس نزول جبرئیل کا دعویٰ کر بیٹھا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔

مختار ثقفی نے جس عزت و شہرت اور ناموری کے خاطر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اگر وہ یہ سوانگ نہ رچاتا تو اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آج وہ عالم اسلام کا ہیرو ہوتا اور اہل بیت سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں اس کے تئیں عزت و احترام کے جذبات موجزن ہوتے اور قیامت تک اس کا نام احترام سے لیا جاتا۔ ولکن الامور تجری علیٰ خلاف ما یقدرہ الناس۔

سجاح بنت حارث: پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی کے مطابق کہ "جھوٹے نبیوں کی فہرست میں چار عورتیں بھی شامل ہوں گی" بنو تمیم سے تعلق رکھنے والی ایک نصرانی عورت سجاح بنت حارث نے سب سے پہلے "نسوانی نبوت" کا دروازہ کھولتے ہوئے خود کے نبیہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی سوجھ بوجھ، خوبصورتی اور دور اندیشی سے اپنے ہمنواؤں اور "نوجوان امیتوں" کی ایک جماعت بھی تیار کرلی۔ چوں کہ اسی دور میں مسیلمہ کذاب کی نبوت بھی ابتدائی مراحل سے گذر رہی تھی لہٰذا سجاح اور مسیلمہ دونوں مل کر کاروبار نبوت چلانے کے لیے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوگئے اور آپس میں علاقوں کی تقسیم کا خاکہ بھی تیار کرلیا، مگر جب مسیلمہ کذاب مارا گیا تو حالات کا رخ ایک دم بدل گیا، اپنے "نبی شوہر" کا حال دیکھ کر سجاح کے سر سے نبوت کا خمار اتر گیا اور اس نے منصب نبوت سے دستبردار ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام قبول کرلیا۔

ان کے علاوہ اور بھی نام ایسے ہیں جنھوں نے نبوت کا

دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا، عقیدۂ ختم نبوت کو زک پہنچانے کی کوشش کی اور ہزاروں متبعین کے ساتھ کیفر کردار کو پہنچے۔

مسئلہ ختم نبوت ہندوستانی پس منظر میں

ختم نبوت کے مسئلہ کو جب ہم ہندوستان کے مذہبی اور ملی حالات کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں عقیدۂ ختم نبوت کو فکری اور عملی دونوں سطح پر چیلنج کیا گیا۔ یعنی ایک طرف تو "خاتم النبیین" کا وہ معنیٰ جسے عہد رسالت سے لے کر آج تک امت مسلمہ متفقہ طور پر مراد لیتی چلی آ رہی ہے اس معنیٰ میں فلسفیانہ اور منطقیانہ موشگافیوں سے اس طرح کا تصرف کرنے کی کوشش کی گئی جس سے بلاواسطہ عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب پڑتی ہے۔ اور دوسری طرف مختلف تاویلات کے چولے اوڑھ کر کچھ لوگوں کی طرف سے خود کے نبی اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا اور عملی سطح پر اس عقیدے کی بنیادوں میں دراڑ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

فکری اور نظریاتی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف جس نے سب سے پہلے قلم اٹھایا وہ علمائے دیوبند کے معتمد اور ان کے روحانی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی نے "تحذیر الناس" نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ "خاتم النبیین" ہونے کا معنیٰ "آخری نبی" بتانا عوام اور جاہلوں کا خیال ہے جس میں کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس مولانا قاسم نانوتوی خاتم النبیین کے ایسے معنیٰ بیان کرتے ہیں جس کے تناظر میں پیغمبر اسلام کے بعد بھی نبی کے آنے کا راستہ بالکل صاف ہو جاتا ہے، چناں چہ خاتم النبیین کے خود ساختہ معنیٰ کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں :

" بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

اس موقف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا"

یہاں ضمناً ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج پوری دیوبندی لابی اور وہابی مکتب فکر کے ترجمان زور و شور کے ساتھ عقیدۂ ختم النبوت کے تحفظ میں سرگرم اور پیش پیش نظر آ رہے ہیں اور آئے دن "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" منعقد کی جا رہی ہیں جس کے ذریعہ عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ اس عقیدے کے تحفظ کے لیے ہم ہر طرح سے کوشاں ہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں کہ روحانی پیشوا اور علما نے سب سے پہلے ہندوستان میں عقیدۂ ختم النبوت میں تاویلات کا دروازہ کھول کر جھوٹوں کے نبی بننے کا راستہ ہموار کیا۔ مگر علمائے دیوبند اپنے اکابرین کی اس غلطی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی حق بیانی کی جرأت جٹا پا رہے ہیں۔ علمائے دیوبند کی اسی منافقانہ روش اور دورخی پالیسی نے امت کو گمراہیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

خیر جس وقت مولانا قاسم نانوتوی نظریاتی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف گل افشانیاں کر رہے تھے اسی وقت قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی "ظلی" اور "بروزی" کے مراحل سے گذر مستقل نبی بننے کی تیاریوں میں مصروف تھے اور مولانا قاسم نانوتوی کے عقیدے کو "سراپا تصدیق" فراہم کر رہے تھے۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے سفر اور اس کے مختلف مراحل پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے جس کے تناظر میں فتنۂ قادیانیت کی تاریخی حقیقت، اس کی سنگینی اور ایمان و عقیدے کے تعلق سے اس کے خطرناک نتائج کو اچھی طرح سمجھا جا سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا قاسم نانوتوی:

نانوتوی: مرزا غلام احمد قادیانی مولانا قاسم نانوتوی کی طرح برملا اس بات کا اقرار کیا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد دوسرے نبی کا آنا ممکن ہے اور اس عقیدے کو جس شد و مد کے ساتھ مرزا صاحب پیش کیا کرتے تھے اس کا اندازہ موصوف کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

" اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں "۔ (۱)

مولانا قاسم نانوتوی نے تو حفظ ما تقدم کے طور پر " بالفرض " کی قید لگا کر نبی کی آمد کا صرف جواز بیان کیا تھا مگر مرزا صاحب اس سلسلہ میں اس قدر پرجوش ثابت ہوئے کہ انہوں نے " بالفرض " کے بجائے ایک اور دو نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری پر ہزاروں نبیوں کی آمد کو ہری جھنڈی دکھا دی، لکھتے ہیں :

"انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے، ان کا یہ سمجھنا خدائے تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ ایک نبی

کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے "۔ (۲)

بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک جس دین میں نبوت کا سلسلہ بر قرار نہ ہو وہ دین مردہ اور ہفوات ولایعنی ہے، لکھتے ہیں:

" ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا، اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے "۔ (۳)

یہاں اس سوال کا اٹھنا فطری تھا کہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے تو پھر قرآن کریم میں جو لفظ "خاتم النبیین" آیا ہے اور احادیث کی تصریح کے مطابق جس کا معنیٰ چودہ سو سال سے بالاتفاق " آخری نبی" بیان کیا جا رہا ہے اس کا مطلب پھر کیا ہوگا؟۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے امکان کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بہت اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس عقیدے کو ظاہر کرتے ہی مذہبی حلقوں سے مندرجہ بالا سوال کا اٹھنا لازمی ہے، اس لیے لفظ "خاتم النبیین" کا وہ مطلب متعیّن کرنا ضروری تھا جس کے ذریعہ اس لفظ کو برقرار رکھتے ہوئے بھی سلسلۂ نبوت کا امکان برقرار رہے۔ مولانا قاسم نانوتوی کی فکر رسا نے تاریخ کا یہی "قابل فخر کارنامہ" انجام دیا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب "آخری نبی" سمجھنا تو عوام اور جاہلوں کی فہم کا نتیجہ قرار دیا اور خود اس کا یہ مطلب بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت "بالذات" ہے اور دیگر انبیا کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے اس لیے "بالعرض" ہے اور اس معنیٰ کی رو سے بحیثیت زمانہ آخری نبی ہونا ضروری نہیں رہ جاتا ہے بلکہ آپ کے بعد چاہے جتنے نبی آجائیں ختم نبوت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو چوں کہ ایک قدم آگے بڑھ کر منصب نبوت سنبھالنا تھا اور اسے بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے خلاف بھی مذکورہ سوال اٹھایا جائے گا مگر مرزا صاحب کی قسمت کے ان کے اس مسئلہ کا حل مولانا قاسم نانوتوی بہت پہلے نکال چکے تھے اس لیے مرزا صاحب کو اس مرحلہ میں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور انہوں نے وہی "بالذات" اور "بالعرض" والی منطقی بحث کو چند الفاظ اور تعبیر کی الٹ پھیر کے ساتھ پیش کر دیا جسے ہم دو لفظوں میں "قادیانی قالب" میں " دیوبندی سوچ" کہہ سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

" ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر "ختم" کے معنیٰ جو "احسان" کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا، بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے کیوں کہ آپ نبیوں کے مصدق ہیں ۔۔۔۔۔انہی معنوں میں ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں "۔ (۴)

مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"کسی فرد پر ختم نبوت کے یہی معنیٰ ہیں کہ کمالات نبوت اس پر ختم ہیں اور نبی کے بڑے کمالات میں سے نبی کا فیض پہنچانے میں کامل ہونا ہے اور جب تک امت میں اس کا نمونہ نہ پایا جائے، ثابت نہیں ہو سکتا"۔ (۵)

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں رہ جاتا ہے کہ ختم نبوت کے تعلق سے مرزا صاحب کا وہی عقیدہ تھا جو تحذیر الناس کے ذریعہ مولانا قاسم نانوتوی نے پیش کیا تھا بس فرق صرف اتنا رہا کہ مرزا صاحب مزید جرأت سے کام لیتے ہوئے ختم نبوت کے خود ساختہ نظریہ کو اعتقادی مراحل سے گذار کر تجرباتی سطح پر کھینچ کر لے آئے اور پس پردہ طاقتوں کے بل پر اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

مرزا صاحب کا سفر نبوت: مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی بننے کا سفر بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کو اس بات کا علم تو بخوبی حاصل تھا کہ مسئلہ ختم نبوت اپنے متعیّن معنوی دائرے اور مفہوم کے ساتھ امت کا اجماعی موقف ہے جسے پہلے ہی مرحلے میں چیلنج کرنا ان کے لیے دشوار اور عام لوگوں میں ان کے خلاف غم و غصہ کے جذبات بھڑکانے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب نے منصب نبوت تک پہنچنے کے لیے مذہب و روحانیت کے دیگر مراحل سے گذرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اتنا اضافہ اور عقیدت کیشوں کی اتنی بھیڑ اپنے گرد جمع کر لیں جو دعوائے نبوت کے وقت ان کی جان و مال کے تحفظ کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔ اسی لیے ابتدائی زمانہ میں مرزا صاحب تو یہی باور کراتے رہے کہ:

"میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں "۔ (۶)

مگر پھر دھیرے دھیرے روحانی مناصب کی طرف ان کے قدم بڑھنے لگے اور اول اول مرزا صاحب نے خود کو "مجدد" اور "ولی" ہونے کا سوانگ رچا اور اس بات کی خوب تشہیر کرائی گئی کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے مرزا صاحب کو بحیثیت ایک مجدد اور ولی کے چن لیا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ولایت کے ساتھ "الہام"، "غیبی اشارے" اور "کشف" کا ثبوت تو خود بہ خود ہو ہی جاتا ہے بس یہیں سے مرزا صاحب نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اصطلاحوں کی تعبیر اس انداز سے شروع کر دی جس سے بالواسطہ ان کی نبوت کی طرف خفیف سے اشارے ہونے لگے جس پر مذہبی حلقوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور عوام میں مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کو لے کر کانا پھوسی ہونے لگی۔ مرزا صاحب چوں کہ یک لخت اپنی نبوت کا اعلان نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے معاملہ کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور "وحی نبوت" نہیں بلکہ "وحی ولایت" جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔ "(۷)

مقام ولایت اور مجددیت پر فائز ہونے کے بعد مرزا صاحب نے یہاں سے اب دوسری اڑان بھرنے کے لیے مقام "محدثیت" کا شوشہ چھوڑا اور اپنے حلقے میں زور و شور سے مقام محدثیت کا تعارف شروع کر دیا، لکھتے ہیں :

" ہمارے سید و رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں "۔ (۸)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں :

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں "۔ (۹)

مقام محدثیت کا دعویٰ کرنے کے بعد اس کی تشریح اور وضاحت جب مرزا صاحب کی طرف سے کی گئی تو پھر تھوڑا سا کھل کر انہوں نے اپنے نبی ہونے کی طرف اشارے دینا شروع کر دیے مگر کسی انجانے خوف یا حکمت عملی کے تحت "مستقل نبی" ہونے کے بجائے "ناقص نبی، "مجازی نبی" اور "نبی بالقوہ" جیسے خود ساختہ منصب پر ہی اکتفا کرنے میں عافیت سمجھی۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :

"لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول جھوٹ ہے ... ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوہ، بالفعل نہیں تو محدث بالقوہ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا تو وہ بھی نبی ہو جاتا"۔ (۱۰)

" اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے ... اس کو اگر ایک "مجازی نبوت" قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا"۔ (۱۱)

" محدث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور "ناقص طور پر نبی بھی" ... محدث کا وجود انبیا اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے"۔ (۱۲)

ایک زمانے تک مرزا صاحب "ناقص نبوت" کے منصب پر براجمان رہے اور جب اس منصب سے بھی وہ اکتا گئے تو خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا، لکھتے ہیں :

"مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط "مثیل مسیح" ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے"۔ (۱۳)

یہاں پہنچ کر بھی مرزا صاحب نے کچھ احتیاط سے کام لیا مگر اس کے بعد جب ان سے رہا نہ گیا تو اب مرزا صاحب کھل کر میدان میں آگئے اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ :

" میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا"۔ (۱۴)

اور مرزا صاحب کے خلفا نے اپنے نبی کی نبوت کی نوعیت کو مزید واضح کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھ دیا :

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنیٰ کرتی ہے اس کے معنیٰ سے حضرت صاحب مجازی نبی نہیں بلکہ "حقیقی نبی" ہیں"۔ (۱۵)

مرزا صاحب کی کتاب کا مسئلہ: مرزا صاحب

کی نبوت کی تکمیل ہو جانے کے بعد اب مسئلہ ”آسمانی کتاب“ کا تھا اس لیے کہ بغیر کتاب کے نبوت کچھ ادھوری سی معلوم ہو رہی تھی لہٰذا بہت غور و خوض کے بعد اس مسئلہ کا حل بھی نکالا گیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر بشارت صاحب کا یہ طویل ریمارک نقل کر دینا نہ صرف بر محل بلکہ بہت لطف انگیز بھی ہوگا، لکھتے ہیں :

” جناب میاں محمود احمد صاحب (خلیفہ قادیان) اور ان کے حاشیہ نشیں جب نبوت کی پٹڑی جما چکے تو اب کتاب کی فکر ہوئی کیوں کہ نبی اور کتاب آخر لازم و ملزوم چیزیں ہیں، گو عارضی طور پر طوطے کی طرح مریدوں کو یہ رٹا دیا گیا تھا کہ حضرت ہارون کو کتاب نہیں دی گئی اور فلاں نبی کو کتاب نہیں دی گئی لیکن اندر سے دل نہیں مانتا تھا کہ آخر وہ نبی ہی کیا جو کتاب نہیں لایا۔ اور مرید بھی اب تک بھٹکتے پھرتے تھے، وہ عاجز آکر کبھی ”براہین احمدیہ“ کو کتاب بنا دیتے تھے تو کبھی ” خطبہ الہامیہ “ کو اور کبھی ” البشریٰ “ کو۔

اس لیے اب کے سالانہ جلسہ پر جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے کتاب کی اہمیت کو جتاتے ہوئے خود قادیان میں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو جمع کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی مریدوں کو اس کی تلاوت کے لیے بھی ارشاد فرمایا تا کہ ان کے قلوب طمانیت اور سکینت حاصل کر سکیں اس لیے جناب میاں محمود احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔“

مگر سوال یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کی وحی عین قرآن ہے تو پھر موجودہ قرآن کریم کا کیا کیا جائے ؟ اس کا حل مرزائیوں نے جو نکالا ڈاکٹر شوکت صاحب کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

”تو پھر اب جو قرآن محمودی حضرات پیش کریں ضرور ہے کہ وہ پرانے قرآن کا جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور نئے قرآن کا جو حضرت مسیح موعود پر یا دوسرے لفظوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانی میں نازل ہوا، دونوں کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ گویا عیسائیوں کی طرح عہد نامہ قدیم کے ساتھ عہد نامہ جدید بھی شامل ہوگا“۔ (۱۶)

اب جب مرزا صاحب مکمل ”کتابی نبی“ ہوگئے تو اب ان کے ماننے والے اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے والوں کو اگر ”صحابی“ کے لقب سے یاد نہ کیا جائے تو یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہوتی، لہٰذا قادیانیوں کی طرف سے اعلان کر دیا گیا :

” پس ہر احمدی کو، جس نے احمدیت کی حالت میں حضور علیہ السلام (مرزا قادیانی) کو دیکھا یا حضور نے اسے دیکھا، صحابی کہا جائے“۔ (۱۷)

مرزا کی نبوت کا دوسرا دور: کاروبار نبوت کے تمام اجزائے ترکیبی جٹا لینے کے بعد اب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا نیا دور شروع ہوتا ہے جہاں وہ نبوت کی دوڑ میں سابقہ تمام انبیا سے آگے نکل کر مقام محمدی پر نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں اور یہاں کچھ دنوں ساتھ دینے کے بعد مقام محمدی سے بھی آگے گذر کر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سارے انبیا بنگاہ رشک انہیں دیکھتے رہ جاتے ہیں، یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں :

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے آپ کا درجہ مقام کے لحاظ رسول کریم ﷺ کے شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا، دیگر علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے ممکن ہے سب سے بڑے ہوں“۔ (۱۸)

مقام محمدی پر فائز کرتے ہوئے خلیفہ قادیان میاں محمود لکھتے ہیں :

”پس میرا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قدر رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلے کہ وہی ہو گئے“۔ (۱۹)

اور مقام محمدی سے بھی آگے بڑھ جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

” آنحضرت ﷺ معلم ہیں اور مسیح موعود ایک شاگرد۔ شاگرد خواہ استاد کے علوم کا وارث پورے طور پر بھی ہو جائے یا بعض صورتوں میں بڑھ بھی جائے مگر استاد بہر حال استاد ہی رہتا ہے اور شاگرد شاگرد ہے“۔ (۲۰)

اور پھر قادیان کی سر زمین کو مدینۃ الرسول کی طرح ”ارض حرام“ قرار دے دیا گیا، قادیان آنے کو ”ظلی حج“ کا درجہ مل گیا اور قادیان کی مسجدیں مسجد اقصیٰ قرار پائی یعنی نبی کریم ﷺ سے جڑے تمام خارجی اوصاف اور ان کے اعزازات مرزا غلام احمد قادیانی کے حصے میں آگئے اور پھر درمیان کے تمام فرق مٹاتے ہوئے یہ اعلان کر دیا گیا کہ خود پیغمبر اسلام کی بعثت ثانی غلام احمد کی شکل میں ہوئی ہے یعنی ایک شخصیت کے دو ظہور ایک چودہ سو سال پہلے مکہ میں اور دوسرا چودہ سو سال کے بعد قادیان میں، لکھتے ہیں :

”اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں، نہ نیا نبی نہ پرانا، بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں“۔ (۲۱)

اب اس اردو بیان کا عربی رنگ بھی دیکھ لیں لکھتے ہیں :
" من فرق بيني و بين المصطفى فما عرفني و ما رآني"
جو مجھ میں اور آنحضرت ﷺ میں ذرا بھی فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا"۔ (۲۲)

قادیانیت کا عروج اور پس پردہ حقائق: یہاں پہنچ کر بار بار ایک سوال ذہن میں دستک دیتا ہے کہ آخر "کچہری کا ایک ملازم" اپنے باطل نظریات پھیلانے میں اتنا کامیاب کیسے ہو گیا کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود اس کا حلقۂ اثر سمٹنے کے بجائے وسیع ہوتا چلا گیا اور بہت کم مدت میں اس نے اپنی ایک علاحدہ جماعت تیار کرلی، مراکز کھل گئے اور منظم انداز میں کام ہونے لگا؟؟۔ اس سلسلہ میں جب ہم تھوڑا گہرائی میں اترتے ہیں تو حقیقت حال یہ سامنے آتی ہے کہ اس پورے ڈرامے کا پلاٹ اسلام دشمن طاقتوں یعنی انگریزوں کا تیار کردہ تھا اور قادیانیت کی نشر و اشاعت میں مرزا صاحب کو انگریزوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور انہیں اسلام دشمن عناصر کے زیر سایہ یہ جماعت اپنے بال و پر پھیلانے میں کامیاب ہوئی۔ جس طرح ابن عبد الوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کا فروغ اسلام دشمن طاقتوں کی رہین منت تھی اسی طرح فتنۂ قادیانیت کے عروج کے پس پردہ انہیں طاقتوں کا کھیل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب پورا ملک بلا امتیاز مذہب و مسلک انگریزوں کے خلاف جدو جہد کر رہا تھا اور ان کے ظالمانہ چنگل سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی جا رہی تھی اس وقت مرزا صاحب اور ان کے صحابہ و تابعین کی جماعت انگریزوں سے وفاداری کی قسمیں اٹھا رہی تھی اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر اعتبار سے انگریزوں کی حمایت میں سرگرم عمل تھی جبکہ دوسری طرف برٹش گورنمنٹ بھی اس جماعت پر عنایتوں کے دروازے کھولے ہوئی تھی۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ان اقتباسات اور تاریخی حقائق کو پیش کریں گے جن کے بین السطور سے فتنۂ قادیانیت کی پشت پر انگریزوں کی حمایت کا پنجہ صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

برٹش گورنمنٹ اور ایمان فروش مسلمان :
علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی کے ذریعہ سنہ ۱۸۵۷ء میں چلائی گئی تحریک آزادی اگرچہ کامیاب نہ ہو سکی مگر اس تحریک نے انگریزوں کو اس بات کا احساس اچھی طرح دلا دیا تھا کہ ملک کے مسلمانوں کے اندر آزادی کی للک پیدا ہو چکی ہے اور اگر ان کا اتحاد اسی طرح قائم رہا تو وہ دن دور نہیں جب انگریز سلطنت کو ہندوستان سے اپنے بوریا بستر سمیٹنا پڑے اور اس کی شوکت ہمیشہ کے لیے پیوند خاک ہو جائے لہٰذا انگریزوں کی مشہور پالسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" نے اپنا کام کرنا شروع کیا تاکہ آپس میں لڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کی توجہ آزادی کے تصور اور خیال سے ہٹ جائے اور ان کی حکومت کی میعاد مزید بڑھ جائے۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو ختم کرنے اور انہیں الگ الگ ٹکڑوں میں بانٹنے کے لیے انگریزوں نے کچھ ایسے ضمیر فروش اور ایمان کے سوداگروں کی نشاندہی کی جن کے ذریعہ وہ ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر کر کے فکری سطح پر انہیں کئی حصوں میں بانٹ سکتے تھے۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کا شمار انہیں ایمان فروشوں کی صف میں سر فہرست ہوتا ہے۔ سر دست مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز نوازی اور برٹش سلطنت کے ساتھ ان کی والہانہ محبت نیز برٹش سرکار کی قادیانیوں پر عنایتوں اور نوازشات کا ذکر ہم کریں گے جن کی روشنی میں مطلوبہ نتائج خود بخود واضح اور روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائیں گے۔

مرزا صاحب کا انگریز حکومت سے رشتہ :
مرزا غلام احمد قادیانی کا انگریزوں سے رشتہ کوئی حادثاتی طور پر وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ انگریزوں کی "خصیہ برداری" کا شرف مرزا صاحب کو خاندانی وراثت کے طور پر ملا تھا اور اس خاندانی وراثت کو وہ اپنے لیے سرمایہ افتخار بھی سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب انگریزوں سے اپنے خاندانی تعلقات اور دیرینہ رشتوں کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار انگریز کا خیر خواہ ہے ۔۔۔۔۔ ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب، میرا خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل و جان ہوا خواہ اور وفادار رہے"۔ (۲۳)
انگریزوں سے وفاداری کی وراثتی ترتیب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :
" پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عند الضرورۃ خدمتیں بجالاتا رہا۔۔۔۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا۔۔۔ میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی "۔ (۲۴)

نہ صرف یہ کہ مرزاصاحب خود زندگی بھر انگریزوں کی غلامی اور ان کی کاسہ لیسی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے رہے بلکہ دیگر مسلمانوں کے لیے بھی انہوں نے انگریزوں سے وفاداری اور برٹش سلطنت کی اطاعت کو خدا اور رسول کی اطاعت کے مقابل لاکر اسے اسلام کا ایک لازمی حصہ قرار دے رکھا تھا اور انگریز سرکار سے مخالفت کو مرزا صاحب بدکاری اور ارتکاب حرام کے مترادف سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب کی گفتگو کا یہ تیور دیکھیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے، سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔۔۔۔۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں“۔ (۲۵)

تحریک مرزائیت پر انگریزوں کے احسانات:

مرزاصاحب کی تحریک کے پیچھے برٹش گورنمنٹ اپنا کام کر رہی تھی اور اسی کی پشت پناہی میں جماعت احمدیہ کو پروان چڑھنے کا بھرپور موقع ملا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جسے تسلیم نہ کرنا حقائق سے منھ چرانے کے مترادف ہے اس لیے کہ اس سلسلہ میں خود مرزا صاحب اس قدر صاف دل اور صاف گو ثابت ہوئے ہیں کہ ہمیں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے بہت زیادہ آبلہ پائی، ورق گردانی اور شواہد کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود مرزاصاحب کے چند بیانات اور ان کی خود اعترافیاں چیخ چیخ کر ہمارے دعوے کی صداقت کا اعلان کر رہی ہیں۔ ایک واضح نمونہ دیکھیں:

”میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں“۔ (۲۶)

ظاہر سی بات ہے کہ مرزاصاحب اپنی گمراہ کن تحریک چلانے کے لیے کسی بھی اسلامی ملک کا رخ نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ہر جگہ سے انہیں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور کوئی بھی عقل مند مسلمان انہیں بطور ایک نبی کے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا مگر برٹش سلطنت کی دریا دلی اور ”اسلام نوازی“ کو نیازمندانہ سلام کہ جس تحریک کو پورے عالم اسلام نے مسترد کر دیا انگریز سلطنت نے اپنی ”رواداری“ اور ”اسلام دوستی“ کا ثبوت دیتے ہوئے پورے شد و مد کے ساتھ اس تحریک کا ساتھ دیا اور بھرپور حمایت کی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان کے باہر دیگر ممالک میں جہاں مرزائیت کے مبلغین اپنی تحریک کے فروغ کے لیے پہنچے ہیں برٹش گورنمنٹ نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے ہر جگہ قادیانیوں کی امداد اور ان ہر ممکن تعاون کیا۔ میاں محمود خلیفہ قادیان کا یہ اعترافی بیان ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

”گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہیں اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لیے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے“۔ (۲۷)

جب عام مسلمانوں نے گمراہ قادیانیوں سے اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی خاطر قطع تعلق کر لیا اور انہیں اپنے تمام تر مذہبی معاملات سے بے دخل کر دیا تو اس مصیبت کی گھڑی میں برٹش گورنمنٹ نے کس شدت کے ساتھ مرزائیوں کی حمایت کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

” چند دنوں کا ہی ذکر ہے ہمارے مالابار کے احمدیوں کی حالت بہت تشویش ناک ہو گئی تھی، ان کے لڑکوں کا اسکولوں میں آنا بند کرا دیا گیا، ان کے مردے دفن کرنے سے روک دیے گئے چناں چہ ایک مردہ کئی دن تک پڑا رہا، مسجدوں سے روک دیا گیا، گورنمنٹ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر اپنے پاس سے زمین دی ہے کہ اس میں مسجد اور قبرستان بنا لو۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ حکم دیا کہ اگر اب احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں ان سب کو نئے قانون کے ماتحت ملک بدر کر دیا جائے گا“۔ (۲۸)

سوچنے والی بات: برٹش گورنمنٹ جس نے عیسائیت کے فروغ کے لیے یورپ سے پادریوں کو بلا کر ہندوستان میں تبلیغ کا ایک جال بچھا رکھا تھا اور جہاں انسانی خیر خواہی کے پردے میں عام لوگوں کو عیسائی بنانے کا کام زور و شور اور حکومتی سطح پر انجام دیا جا رہا تھا وہ گورنمنٹ آخر ”احمدی اسلام“ کے فروغ اور اس کی نصرت و حمایت میں اس قدر دل چسپی کیوں لے رہی تھی کہ ڈپٹی صاحب کو مٹھی بھر مرزائیوں کی تکلیف تو دکھائی دے رہی تھی مگر غیر منقسم ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات اور ان کے دل کو پہنچنے والی ٹھیس ان کی نظروں سے اوجھل تھی؟ اور وہ کون سا جذبۂ دروں تھا جس نے ڈپٹی صاحب کو اس قدر چراغ پا کر دیا

کہ انہوں نے مرزائیوں کے خلاف مسلمانوں کے تمام قائدین کو ملک بدر تک کرنے کی دھمکی دے ڈالی؟؟؟ یہ ساری باتیں جن حقائق کی طرف نشاندہی کررہی ہیں اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

برٹش گورنمنٹ کی انہیں عنایتوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا غلام احمد زندگی بھر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے رہے اور یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ مرزا صاحب نے بحیثیت پیر "شرائط بیعت" میں انگریزوں سے وفاداری کی شرط بھی شامل کر رکھی تھی اور مرید اس شرط کے ماننے کے بعد ہی مرزا صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو سکتا تھا، لکھتے ہیں :

" اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کے شرائط بیعت میں داخل ہے چناں چہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں انہیں باتوں کی تصریح موجود ہے"۔ (۲۹)

جس طرح مرزا صاحب اپنی جماعت پر انگریزوں کے احسانات کا پانی پی پی کر اعتراف کرتے رہے اسی طرح انگریز سلطنت بھی قادیانیوں کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اس جماعت سے رضامندی کی سندیں عطا کر رہی تھی۔ یہ بیان دیکھیں :

"خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ پنجاب کے خاص اعلان کے علاوہ اور کئی مقامات کے ذمہ دار افسروں نے بھی جماعت احمدیہ کے افراد کے اوپر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور اپنی خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا کیے"۔ (۳۰)

مرزا صاحب کی انگریز نوازی: مرزا صاحب نے انگریز سلطنت کے احسانات کا جس کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اس سے یہ بات تو بہت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا صاحب کے اندر اپنے آقا اور کرم نوازوں کے تئیں احسان شناسی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کے اظہار میں انہوں نے کسی قسم کی کوئی پرواہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف شورش تھی ملک کا مسلمان علمائے اہل سنت کی قیادت میں انگریز سلطنت کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے متحد ہو رہے تھے اور جہاد کے فتوے صادر کر کے انگریزوں کے ناپاک وجود سے ملک کو صاف کرنے کی تدبیر کر رہے تھے اس وقت ساری ملت سے کٹ کر انگریزوں کے فکری بطن سے پیدا ہونے والی قادیانی جماعت سر جوڑ کر برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھی اور مسلمانوں کے اندر سے جہاد کا جوش سرد کر کے حکومت کے لیے ان کی ذہن سازی کر رہی تھی۔ اس سلسلہ میں صرف مرزا صاحب نے انفرادی طور پر جس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اس کو سامنے رکھ کر جماعتی سطح پر انگریز نوازی کا اندازہ بہت اچھی طرح سے لگایا جا سکتا ہے، یہ بیان دیکھیں :

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو " پچاس الماریاں" ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں ----اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں"۔ (۳۱)

مذکورہ اقتباسات کو سامنے رکھ کر کوئی بھی غیر جانب دار اور انصاف پسند شخص یہ اندازہ بہت آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے کہ قادیانی جماعت کو انگریزوں کی پشت پناہی اور زیر سایہ حمایت ہندوستان میں تمام تر مخالفتوں کے باوجود پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ برٹش گورنمنٹ قادیانیوں کی حمایت میں پوری دلچسپی دکھا رہی تھی اور " شکر منعم " کے طور پر مرزا صاحب بھی انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے میں لگے ہوئے تھے بلکہ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اور ان کے قلم کی اکثر روشنائی انگریزوں کی حمایت و نصرت میں کام آئی۔

نتیجہ سامنے ہے: اب ہمیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک طرف تو انگریزوں کی اسلام دشمنی جگ ظاہر ہے اور دوسری طرف وہی انگریز مسلمانوں میں پیدا ہونے والی جماعت کو اپنی "آغوش محبت" میں پروان بھی چڑھا رہے ہیں وجہ بالکل صاف ہے انگریز اس جماعت کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کر رہے تھے۔ مگر افسوس جس مقصد کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور مذہبی یگانگت کو ختم کرنے کے لیے یہ منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تیار کیا تھا اس کے نتائج تو انگریزوں کے حق میں زیادہ بہتر نہیں نکلے اور آخر کار علمائے حق کی قربانیاں رنگ لائیں اور انگریزوں کی حکومت کا سورج ہندوستانی افق سے ہمیشہ کے غائب ہو گیا، ہاں نااتفاقیوں اور مسلکی منافرت کا جو بیج وہ بو کر گئے تھے وہ آج

بھی اسلامی معاشرے کے لیے ناسور بنا ہوا ہے۔

فتنۂ قادیانیت اور علماے حق: اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جب بھی کوئی فتنہ اپنی تمام تر تخریبی صلاحیتوں کے ساتھ اٹھا ہے علماے حق اہل سنت و جماعت نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے ہر فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی۔ انیسویں صدی کے اخیر میں جب فتنۂ قادیانیت بگولے کی طرح نمودار ہوا اور جس نے ہزاروں مسلمانوں کو اپنی زد میں لے کر ان کے ایمان پر حملے کرنا شروع کیے تو علماے حق اہل سنت پوری قوت کے ساتھ اس فتنے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تحریر و قلم، مناظرہ و مباحثہ، تقریر و خطابت اور زمینی محنت و مشقت ہر اعتبار سے اس فتنے کا رد بلیغ اور اس کا زبردست تعاقب کیا اور کروڑوں مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے علماے کرام میں چند مشہور علما کے نام درج ذیل ہیں :

○ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ○ فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ○ علامہ حامد رضا خان ○ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری ○ علامہ غلام دستگیر قصوری ○ خواجہ قمر الدین سیالوی ○ علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری ○ مولانا عبد الماجد بدایونی ○ علامہ شاہ احمد نورانی ○ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری ○ پیر کرم شاہ ازہری ○ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی ○ علامہ سید محمود احمد رضوی ○ علامہ الٰہی بخش رضوی ○ پروفیسر شاہ فرید الحق ○ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ○ مولانا غلام علی اوکاڑی ○ علامہ شاہ عارف اللہ قادری ○ پیر محمود شاہ محدث ہزاروی

مذکورہ علماے کرام اور ان کے ساتھ دیگر علماے اہل سنت نے قادیان کے جھوٹے نبی کا تعاقب کر کے اس کا ناطقہ بند کر دیا اور اخیر میں ایک اللہ کے ولی پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کی پیشین گوئی کے مطابق مرزا قادیانی مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر عبرت ناک موت مرا اور واصل جہنم ہوا۔

فتنۂ قادیانیت کی نئی لہر ایک لمحۂ فکریہ

اگر ہم مرزائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کی بات کریں تو شاید بہت دن سے ہماری یہ سوچ بن چکی تھی کہ اب یہ جماعت اپنے مخصوص علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے لہٰذا اس جماعت کے تعلق سے بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا بلکہ تحریک مرزائیت بہت خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگی ہوئی تھی اور کئی دہائی کی خاموشی کے بعد اب یہ فتنہ پھر نئی توانائی کے ساتھ سر ابھار رہا ہے اور ہماری بستیوں میں داخل ہونے اور بھولی بھالی عوام کے ایمان و عقیدے کا سودا کرنے کے لیے پر تول رہا ہے، اس وقت قادیانیت کا شیطانی نیٹ ورک تقریباً ایک سو چالیس ممالک میں پھیل چکا ہے، ابھی حال ہی میں "الجزیرہ" عربی نیوز چینل پر فرقۂ قادیانیت سے متعلق ایک پروگرام نشر کیا جا رہا تھا جس میں ایک قادیانی خاتون کو بذریعہ فون رابطہ میں لیا گیا اور جب الجزیرہ کے اینکر نے اس سے سوال کیا کہ کیا آپ کی تبلیغی سرگرمیاں ابھی بھی جاری ہیں ؟ آپ کی دعوت کو لوگ قبول کر رہے ہیں ؟ یا پھر یہ فرقہ مخصوص علاقوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے ؟؟ اس کے جواب میں قادیانی خاتون نے چونکا دینے والے آنکڑے پیش کیے اور بتایا کہ ہماری تحریک ایک سو تیس ممالک سے تجاوز کر چکی ہے، تقریباً پندرہ قادیانی چینل چل رہے ہیں، کئی میگزین اور ہر ملک میں ایک فعال قادیانی سینٹر قائم ہے اور یہ کہ احمدی جماعت کے ساتھ لوگ اچھی خاصی تعداد میں جڑ رہے ہیں ؟؟؟

قادیانیت کے مبلغین اپنی شناخت چھپا کر مسلمانوں کی بستیوں میں داخل ہو کر خاص طور سے نوجوان نسل کو ٹارگیٹ کر رہے ہیں ابھی چند سال پہلے کی بات ہے کہ پھپھوند شریف کے گرد و نواح میں قادیانی مبلغین کی موجودگی کا سراغ لگا تھا جو گاؤں اور دیہات میں اپنی پہچان پوشیدہ رکھ کر رہ رہے تھے، کالج کے نوجوانوں کے لیے مفت کوچنگ سینٹرس چلائے جا رہے تھے جہاں مسلم نوجوانوں کی ذہن سازی کا کام بھی خفیہ طور پر انجام دیا جا رہا تھا، اللہ سلامت رکھے خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کو جہاں سے خبر ملتے ہی منظم تحریک چلائی گئی، قادیانیوں کی نشاندہی کی گئی اور حکمت عملی کے ساتھ انہیں گاؤں اور دیہات سے نکالا گیا، اس وقت نوجوانوں کی طرف سے زبردست مخالفت کا بھی سامنا ہوا مگر فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی انفاس الحسن صاحب قبلہ چشتی، شیخ الحدیث جامعہ صمدیہ، کی کوششوں سے نوجوانوں کا جوش و خروش سرد پڑا اور انہیں محبت کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا اور پھر عوامی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے تعلق سے بیداری لانے کے لیے خانقاہ صمدیہ کی قیادت میں شہر اٹاوہ کے اسلامیہ انٹر کالج میں ایک عظیم الشان کانفرنس بنام "تحفظ عقیدۂ ختم نبوت" منعقد کی گئی جس میں حضرت علامہ مفتی انفاس الحسن قبلہ چشتی، حضرت علامہ عبید اللہ خان اعظمی، حضرت علامہ ادریس بستوی نے اپنے تاریخی اور علمی خطاب کے ذریعہ مسئلہ ختم نبوت کی تفہیم اور فتنۂ قادیانیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

خیر فی الحال نہ صرف فتنۂ قادیانیت بلکہ دیگر نئے فتنے ابھر کر سامنے آ رہے ہیں جس میں خصوصیت کے ساتھ فتنۂ شکیلیت اور احمد

عیسیٰ نامی ایک گمراہ شخص کا فتنہ نوجوانوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اور ان کے علاوہ کئی الہامی شخصیتیں بھی یوٹیوب پر سرگرم ہیں یعنی معاملہ ہمارے گمان سے زیادہ سنگین ہوتا جا رہا ہے جس کے لیے علمائے کرام کو پوری قوت کے ساتھ منظم انداز میں آگے آنا ہوگا اور عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں ملک گیر عوام بیداری تحریک چلانی ہوگی۔

مگر ہمیں یہاں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ایک طرف تو حالات کی سنگینی یہ ہے کہ قدیم و جدید فتنے ہماری بستیوں میں آگ لگانے کے لیے جی توڑ کوشش کر رہے ہیں اور ہم ابھی بھی خانقاہ، سلسلہ، القابات اور نعروں کے نام پر ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھال کر بغلیں بجانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنوں ہی کی مخالفت میں اپنی ساری توانائیاں لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ جانے وہ وقت کب آئے گا جب ہم آپس کے گلے شکوے مٹا کر ملت کے اجتماعی مسائل کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور جن سنگین مسائل سے امت دوچار ہے انہیں اپنی ترجیحات میں شامل کریں گے ؟؟؟۔

حوالہ جات

۱۔ انوار خلافت، ص:۶۵ ۲۔ بحوالہ سابق، ص:۶۲

۳۔ ملفوظات، ج:۱۰/، ص:۱۲۸

۴۔ اخبار "الفضل"، ج:۲/۷ نمبر:۲۱۸/، ص:۱۔۲

۵۔ روحانی خزائن، ج:۲۲/ص:۶۳۷ ۶۔ تبلیغ رسالت، ج:۲/ص:۲۲

۷۔ بحوالہ سابق، ج:۶/ص:۲۔۳ ۸۔ روحانی خزائن، ج:۶/ص:۳۲۳

۹۔ بحوالہ سابق، ج:۵/ص:۳۸۳ ۱۰۔ بحوالہ سابق، ج:۷/ص ۳۰۰

۱۱۔ بحوالہ سابق، ج:۳/، ص:۳۲۰ ۱۲۔ بحوالہ سابق، ج:۳/ص:۴۰۷

۱۳۔ تبلیغ رسالت، ج:۲/ص:۲۱ ۱۴۔ روحانی خزائن، ج:۸/، ص:۲۱۰

۱۵۔ حقیقۃ النبوۃ، ص:۱۷۴

۱۶۔ اجزائے نبوت کا فتنہ عظیم، بحوالہ قادیانی مذہب ص:۳۲۰

۱۷۔ اخبار "الفضل"، ج:۲۴/ نمبر:۶۴ ۱۸۔ بحوالہ سابق، ج:۱۴/ نمبر:۸۵

۱۹۔ ذکر الٰہی، ص:۱۹ ۲۰۔ المہدی، نمبر:۲۔۳، ص:۴۹

۲۱۔ اخبار "الحکم" ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء ۲۲۔ اخبار "الفضل" ۲۶/ جنوری ۱۹۱۶ء

۲۳۔ تبلیغ رسالت، ج:۷/ص:۱۱/۹/۸ ۲۴۔ روحانی خزائن، ج:۸/ص:۳۹

۲۵۔ بحوالہ سابق، ج:۶/ص:۳۸۱ ۲۶۔ تبلیغ رسالت، ج:۶/ص:۶۹

۲۷۔ برکات خلافت، ص:۶۵ ۲۸۔ انوار خلافت، ص:۹۵

۲۹۔ روحانی خزائن، ج:۳/ص:۱۰ ۳۰۔ اخبار "الفضل" ۲۷/ مئی ۱۹۱۹ء

۳۱۔ روحانی خزائن، ج:۱۵/ص:۱۵۶

نوٹ: یہ تمام تر حوالہ جات پروفیسر جناب الیاس برنی صاحب کی شہرۂ آفاق کتاب "قادیانی مذہب" سے لیے گئے ہیں !

قادیانیت کے بڑھتے اثرات

از: **ریحان المصطفیٰ نظامی**، متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

خالق کائنات کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ہماری رشد و ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً اس خاکدان گیتی پر انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا رہا اور بالآخر اس سلسلۃ الذہب کی آخری مبارک کڑی سرور کون و مکاں خاتم پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر باب نبوت ابد الآباد تک کے لئے بند فرما دیا خود قرآن کریم اس پر ناطق ہے:" مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے یتیم العقل افراد نے سر ابھارا جنھوں نے شہرت و ناموری کی خاطر جھوٹی نبوت کا دعوی کر دیا اور امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے ہو گئے انہیں بدبختوں میں سے ایک نمایاں نام "مرزا غلام احمد قادیانی" ہے جس کا فتنہ آج تک کہ ان تمام کذابوں سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق رسول عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تقریبا ساڑھے چودہ سو سال پہلے ان الفاظ میں پیشین گوئی فرمائی تھی:

"انه سيكون فى امتى كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدى"

(مسند امام احمد، بیروت، ج:۵، ص:۲۷۸)

بے شک میری امت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے ان میں کا ہر ایک خود کو نبی کہے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

یہ کذاب اعظم (مرزا غلام احمد قادیانی) ۱۸۳۹/۴۰ء کو پیدا ہوا اور ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵/ ربیع الاخر ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں ذلت و خواری کی موت مرا، اس کے عقائد اتنے گندے اور خطرناک ہیں کہ

جن کو ایک سچا مسلمان کبھی بھی قبول نہیں کرسکتا، بطور مشتے از خروارے اس کے چند ناپاک عقائد کی جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے:

"انت منی بمنزلة اولادی انت منی وانامنك"

یعنی تو میری اولاد کے مرتبے میں ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (دافع البلاء، ص:۶)

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام اور وحی کی غلطی ظاہر ہوگئی۔ (ازالۃ الاوہام، ص:۶۸۸)

☆قرآن بھدی گالیوں سے بھرا ہوا ہے اس کے کلام میں سختی کا راستہ اپنایا گیا ہے۔ (دافع البلاء، ص:۲۶/۲۸)

وہ آیات جو نبی کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو اپنی ذات پر چسپاں کیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل اقوال سے مراد میری ہی ذات ہے "ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد"۔ "وما ارسلناك الا رحمة للعالمین"۔

(انجام آتھم، ص:۷۸)

انیسویں صدی کے اواخر میں یہ انگریزوں کے تلوے چاٹنے والا کتا بنا اور دین اسلام کے نام پر نیا کھیل کھیلنا شروع کیا، ابتدا میں مسلمانوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے کے لیے عیسائیوں اور سکھوں سے مناظرہ کرکے اسلام کا دفاع کیا اور رفتہ رفتہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرکے ان کے اندر اپنا اثرورسوخ پیدا کرلیا جب لوگ اس کو ایک مصلح اور مبلغ اسلام کا درجہ دینے لگے تو اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو مجدد کہلوانا شروع کر دیا جب اس بات پر علماے حق پرست نے اس کی گرفت نہ فرمائی تو موقع غنیمت جان کر بیسویں صدی کے اوائل میں اپنے مہدی، مثل مسیح، مسیح موعود، ظل نبی، بروزی نبی، امتی نبی، تشریعی نبی یہاں تک کہ خدا ہونے کا بھی دعویٰ کر بیٹھا اور ان غلاظت آمیز پرفریب جھوٹے دعوں کو ثابت کرنے کے لیے مناظرے، مباحثے اور مباہلے تک کا چیلنج کیا، علماے حق پرست نے اس کے چیلنجز کو قبول کیا اور دلائل وبراہین کی روشنی میں اس کی عیاری و مکاری اور کفریہ ناپاک دعوے کا دنداں شکن جواب دیا اور اس کی شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے سدباب کے لیے عالمی سطح پر اس کا تعاقب کیا اور اس کے خلاف رائے عامہ ہموار کی۔

یوں ہی چراغ سے چراغ جلنے کا سلسلہ جاری رہا اور علماے حق اس کی ناپاک سازشوں اور شیطانی منصوبہ بندیوں کا پردہ چاک کرتے رہے جس کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوا کہ مملکت پاکستان نے ایوان پارلیامنٹ کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جو یقیناً مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی اس طرح اسلامیات و دینیات اور قرآن و حدیث کے نام پر عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک جسارتوں پر بریک لگ گیا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قادیانی خلفا نے اپنی تبلیغ کا طریقہ کار تبدیل کر دیا اور سامنے سے مقابلہ کرنے کے بجائے چور دروازے کا انتخاب کیا اور اپنے دم چھلوں کو یہ باور کرایا کہ علما ان کے خلاف ہیں اور ان کے سارے اقدامات ہماری عداوت و مخالفت پر مبنی ہیں لہٰذا ان کی باتوں کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے اس فریب کاری کے ساتھ انھوں نے اپنے متبعین کا رشتہ تعلق علماے حق سے کاٹ دیا اور اپنی محدود جمعیت کو بچانے میں کسی حد تک کامیاب ہوگئے، انہوں نے سب سے زیادہ توجہ اعلیٰ عصری علوم کی تحصیل پر صرف کی جس کے نتیجے میں عالمی سطح پر اونچے اونچے عہدوں پر فائز ہوتے چلے گئے اور اپنے اثرورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے یونیورسٹیوں، عدالتوں اور حکومت کے ایوانوں تک رسائی حاصل کرلی، ہندوستانی سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس اے، ایم، احمدی اور حال ہی میں پاکستان کے نومنتخب وزیر اعظم "عمران خان" کے ذریعہ "عاطف میاں قادیانی" کا ایک اہم سرکاری عہدے پر متنازع انتخاب اسی کا حصہ ہے۔

چوں کہ انہوں نے اپنے ناپاک عقائد و نظریات کی ترویج واشاعت کے لیے ہمیشہ خفیہ طریقہ استعمال کیا اور موجودہ دور میں علماے اہل سنت کے داخلی اختلاف و انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ حیدرآباد اور کرناٹک وغیرہ علاقوں کو اپنا نشانہ بنایا اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور جادۂ حق سے ہٹانے کی کوششیں تیز کر دیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی فتنہ سامانیوں کو مٹانے، مسلمانوں کا ایمان بچانے اور ان کے بڑھتے اثرات کو روکنے کی کیا تدابیر کی جائیں تو اس سلسلے میں سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ ہمارے علماے حق اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور یہ بتائیں کہ احادیث کریمہ میں آثار قیامت کے طور پر جن بڑے بڑے فتنوں کا ذکر کیا گیا ہے فتنہ قادیانیت بھی انھیں میں سے ایک ہے، نیز مسجدوں، محرابوں، جلسوں، جلوسوں، محافلوں و مجالس، کانفرنسوں اور رسائل و جرائد کے ذریعہ ایسا ماحول برپا کریں کہ جملہ مسلمانان عالم قادیانیوں سے مکمل اجتناب کریں اور ان سے کسی طرح کا ربط و تعلق اور لگاؤ نہ رکھیں کیونکہ شیطان ہمیشہ اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اللہ کے وفادار بندوں کو راہ حق سے ہٹا دے اور اسلام کے اجالے سے نکال کر گمرہی کے اندھیرے میں ڈھکیل دے۔

فتاویٰ رضویہ: جہانِ علوم و معارف

(تین جلدیں)

تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی

نام کتاب: فتاویٰ رضویہ: جہان علوم و معارف [تین جلدیں]
مرتب: علامہ محمد احمد مصباحی [جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]
صفحات: اول: ۲۷۴/ دوم: ۲۷۴/ سوم: ۸۴۴
اشاعت: صفر ۱۴۴۰ھ/ نومبر ۲۰۱۸ء
ناشر: المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
تبصرہ نگار: توفیق احسن برکاتی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں ان کا وصال ہوا، رواں برس ۱۴۴۰ھ میں صد سالہ عرس رضا کے موقع پر علمی دنیا نے اپنی بساط بھر خراجِ عقیدت پیش کیا، امام احمد رضا اکیڈمی [بریلی شریف] سے "جہان امام احمد رضا" کے نام سے ایک مبسوط علمی و تحقیقی سوانحی انسائیکلوپیڈیا بیس جلدوں میں شائع ہوا، ماہ نامہ پیغام شریعت [دہلی] نے ضخیم "مصنف اعظم نمبر" نکالا، اسی طرح دوماہی رضائے مدینہ [ٹاٹا جمشید پور] نے "امام احمد رضا صدی نمبر" پیش کیا، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی زیر تبصرہ کتاب کی یہ تین جلدیں بھی ہیں جس میں ایک درجن اہل علم و تحقیق کے علمی و تحقیقی مقالات کو کتاب بند کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ۱۳۹۲/ صفحات پر مشتمل یہ عظیم تاریخی کام یقیناً امام احمد رضا صدی کے شایان شان ہے جس کی دھمک ایک زمانے تک باقی رہے گی۔

امام احمد رضا قادری کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار عقلی و نقلی علوم و معارف سے آگاہ فرمایا تھا، امام احمد رضا کی ایک ذات میں ان علوم و فنون کا جمع ہونا بجائے خود ایک جہان حیرت ہے، ان کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ کرنے والا ہر آن استعجاب کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن بے شمار علوم میں جو علم پوری علمی و تحقیقی دنیا میں ان کی شناخت بناوہ "علم فقہ" ہے، امام احمد رضا کی زیادہ تصنیفات اسی علم میں ملتی ہیں لیکن یہ علم بھی ان گنت گوشے رکھتا ہے اور دیگر کئی علوم میں مہارت چاہتا ہے، جس کا اندازہ فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے بخوبی ہوتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا کا نام ہے، جس میں علم کا ایک خاموش سمندر موجزن ہے۔

امام احمد رضا قادری کے سوانح نگاروں نے ان کی فقہی بصیرت کا بھی ایک نمایاں باب قائم فرمایا ہے اور مختلف شواہد و نظائر کی روشنی میں ان کے فقہی کمال کی نشان دہی کی ہے۔ جب ماہر رضویات استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ نے علامہ شامی کی کتاب "ردالمحتار" پر امام احمد رضا قادری کا حاشیہ "جد الممتار" ایڈیٹ کر کے جلد اول ۱۹۸۲ء میں اور جلد ثانی ۱۹۹۴ء شائع کی تو عربی زبان میں علی الترتیب ۱۵/ اور ۹۶/ صفحات میں اس کا تعارف بھی شامل کیا، پھر اسے کچھ اختصار کے ساتھ اردو میں لکھ کر شائع کیا، اس اردو تعارف کا نام یہ ہے: "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت: جد الممتار کے آئینے میں" اس کتاب میں جلد ثانی کا تعارف درج ذیل عنوانات سے کرایا گیا ہے:

(۱) فکر انگیز تحقیقات (۲) کثیر جزئیات کی فراہمی (۳) لغزشوں پر تنبیہات (۴) حل اشکالات اور جواب اعتراضات (۵) فقہی تبحر اور وسعت نظر (۶) تحقیق طلب مسائل کی تنقیح (۷) مراجع کا اضافہ (۸) مشکلات و مبہمات کی توضیح (۹) غیر منصوص احکام کا استنباط (۱۰) علم حدیث میں کمال اور قوت استنباط واستدلال (۱۱) دلیل طلب احکام کے لیے دلائل کی فراہمی (۱۲) مختلف اقوال میں تطبیق (۱۳) مختلف اقوال میں ترجیح (۱۴) اصول و ضوابط کی ایجاد (۱۵) مختلف علوم میں مہارت (۱۶) حسن ایجاز و کمال اختصار۔

مذکورہ عنوانات سے مصنف کی دقت نظر، وسعتِ فکر، اعلیٰ ظرفی، دور بینی اور علمی و تحقیقی مزاج کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہی انداز ان کی دوسری علمی تحقیق "امام احمد رضا اور تصوف" میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو پاک سے ان دونوں کتابوں کے کئی ایڈیشن طبع ہو کر عام ہو چکے ہیں اور مسلسل بحث و مذاکرہ کا موضوع بنتے ہیں اور رضویات کے بنیادی ماخذ کے طور پر انھیں جگہ دی جاتی ہے۔ "جد الممتار" کی جلد ثانی میں تعارف کا یہ نقش اول مکمل فتاویٰ رضویہ کی بارہ مجلدات کے تفصیلی تعارف کا سبب قرار پایا اور یہ عظیم و ضخیم مجموعہ تین جلدوں میں مرتب ہو کر اہل ذوق کا سرمۂ نگاہ بن رہا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک اوریجنل کام ہے اور باب رضویات میں گراں قدر اضافہ۔ اس کی روشنی میں ان شاء اللہ مزید تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوگا۔ حضرت مرتب دام ظلہ نے یہ تحقیقی کام جامعہ اشرفیہ سے سند فضیلت حاصل کرنے والے درجہ تحقیق کے طلبہ کے سپرد کیا جن کے لیے دو سالہ تحقیق کے دوران کسی اہم موضوع پر تقریباً سو صفحات میں ایک علمی مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ان تین جلدوں میں بارہ مقالات ہیں جو فتاویٰ رضویہ کی قدیم بارہ جلدوں کا تعارف پیش کرتے ہیں، جلد اول [اس کا تعارف مولانا محمد رضوان مصباحی، استاذ مدرسہ ثار العلوم، اکبر پور نے تحریر کیا ہے۔] کو چھوڑ کر باقی مقالات درجہ تحقیق کے طلبہ کے تحریر کردہ ہیں ان سب پر نظر ثانی حضرت مرتب نے فرمائی ہے اور ان میں حذف و ترمیم بھی کی ہے تاکہ وہ قابل اشاعت ہو سکیں اور دیگر تحریروں سے ان کا ربط و تعلق باقی رہے۔

"جہان علوم و معارف" کی جلد اول میں فتاویٰ رضویہ جلد اول تا چہارم کا تفصیلی تعارف درج ہے، ساتھ ہی ابتدا میں کلمۃ المجمع الاسلامی [چار صفحہ] اور فتاویٰ رضویہ کی طباعت کا عہد وار تذکرہ [ساڑھے سات صفحہ] حضرت مرتب کا رقم فرمودہ

ہے، پھر ابتدائیہ کے تحت حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ العالی نے امام احمد رضا کے عکس حیات کو نمایاں کیا ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد حضرت مولانا ساجد علی مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ] کی ایک تفصیلی تحریر "حیات امام احمد رضا کے اہم گوشے" کے عنوان سے شامل کی گئی ہے جو ۲۳ ذیلی عنوانات کے تحت اکتالیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بہت اہم مقالہ ہے اور بڑی محنت و تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ پھر اصل تعارفی مقالات کو جگہ دی گئی ہے اور اس کے لیے آغاز میں مقالے کے ذیلی عناوین کا خاکہ دیا گیا ہے جو تفصیلی مطالعہ پر آمادہ کرتا ہے۔

جلد دوم میں فتاویٰ رضویہ جلد پنجم تا ہشتم کا تفصیلی تعارف موجود ہے اور جلد سوم میں فتاویٰ رضویہ جلد نہم تا دوازدہم کا تعارف ہے، اسی جلد کے اخیر میں ضمیمہ کے تحت استاذ گرامی حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ] کا ایک تفصیلی مقالہ "امام احمد رضا اور عربی زبان وادب" شامل کیا گیا ہے جو انیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں اس کی شمولیت کا جواز حضرت مرتب دام ظلہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :

"امام احمد رضا اور عربی زبان وادب" کے عنوان سے ایک مضمون مولانا نفیس احمد مصباحی نے لکھا تھا، اس میں عربی زبان و ادب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کمال پر کسی قدر تفصیل سے تحریر ہے۔ اور دیگر مقالات میں اس عنوان پر کوئی گفتگو نہ تھی، اس لیے مولانا موصوف کے اس مضمون کو بطور ضمیمہ شامل کر لیا گیا ہے۔" (جلد اول، ص:۸)

فتاویٰ رضویہ کی طباعت واشاعت مختلف مراحل میں عمل میں آئی اور منتخب اہل علم نے اس میں اپنی گراں قدر حصہ داری نبھائی اور یہ علمی خزانہ دنیا کے سامنے آیا۔ زیر تبصرہ کتاب کی جلد اول میں استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی نے عہد بہ عہد فتاویٰ امام احمد رضا کی تمام بارہ جلدوں کی طباعت واشاعت کی تفصیل درج فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اول ۱۳۳۶ھ میں مصنف کی حیات میں مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی سے طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ دوسری جلد صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے اہتمام سے امام احمد رضا کے وصال کے بعد ۱۳۴۴ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئی۔ تیسری اور چوتھی جلد علی الترتیب ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۷ھ میں سنی دارالاشاعت، مبارک پور سے چھپی۔ پانچویں جلد اولاً مطبع حسنی سے مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۷ھ کے درمیان تین قسطوں میں شائع کی جس پر نظر ثانی اور فہرست سازی کا کام مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے کیا، اس جلد میں صرف کتاب النکاح موجود تھی، اس میں کتاب الطلاق کا اضافہ کر کے سنی دارالاشاعت، مبارک پور نے ۱۳۹۷ھ میں شائع کیا۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جلد بھی سنی دارالاشاعت، مبارک پور سے علی الترتیب ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوئی۔ نویں جلد پہلی بار ۱۴۱۱ھ میں مکتبہ رضا، ایوان عرفان، بیسل پور، پیلی بھیت سے شائع ہوئی جس میں مسائل کلامیہ، کتاب الشتی اور کتاب الفرائض شامل ہیں۔ دسویں جلد جو کتاب الحظر والاباحۃ پر مشتمل تھی مکتبہ رضا، بیسل پور سے دو قسطوں میں جلد دہم نصف اول، جلد دہم نصف آخر کے عنوان سے ۱۴۰۲ھ سے ۱۴۰۸ھ کے درمیان شائع ہوئی۔ گیارہویں جلد ۱۴۰۲ھ میں ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی شریف سے مولانا منان رضا خاں کے اہتمام سے شائع ہوئی، پھر جب رضا اکیڈمی، ممبئی نے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کی ایک ساتھ اشاعت کا منصوبہ بنایا تو بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ اور مولانا محمد حنیف خاں رضوی سے مشاورت کی جس کے تحت جلد اول تا ہشتم سابقہ حالت پر باقی رکھی گئیں مگر جلد نہم، دہم اور یازدہم کی صورت بدل گئی، جلد دہم، جلد نہم قرار دی گئی اور جلد یازدہم کا اشاعت شدہ حصہ باقی رکھتے ہوئے اس میں جلد نہم سے کتاب الفرائض لے کر اور ایک رسالے کا اضافہ کر کے اسے جلد دہم کے نام سے شائع کیا گیا، پھر جلد نہم سے مسائل کلامیہ اور کچھ نئے مسائل اور قدیم رسائل لے کر اسے جلد یازدہم کے نام سے رضا اکیڈمی، ممبئی نے تمام جلدوں کے ساتھ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء میں طبع شائع کیا۔ اور بارہویں جلد بھی، بیسل پور کی مطبوعہ جلد نہم سے ماخوذ مسائل شتی اور چند رسائل کی شمولیت سے تیار ہوئی اور ۱۴۱۵ھ میں طبع ہوئی۔

دوسری طرف ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء اور ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء کے درمیان فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ کی تیس جلدوں میں اشاعت رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان سے ہوئی، پھر اس کی تجدید ہندوستان میں برکات رضا، پوربندر، گجرات نے کی اور مکمل تیس جلدیں ۲۰۰۶ء میں شائع کیں۔ اب تک فتاویٰ رضویہ دستی کتابت پر مشتمل تھی، اس لیے بارہ جلدوں کی کمپیوٹر کتابت اور تخریج کے ساتھ ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء میں امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف نے اسے بائیس جلدوں میں شائع کیا، جو آرٹ پیپر پر چار کلر میں بھی طبع کی گئی ہے۔ یہ ایک اہم کارنامہ ہے جس کے لیے اکیڈمی کے ذمہ داران قابل مبارک باد ہیں۔

اخیر میں ہم "فتاویٰ رضویہ: جہانِ علوم و معارف" کے جملہ مقالہ نگاروں کے اسماذکر رہے ہیں جنھوں نے فتاویٰ کی بارہ جلدوں کا تعارف تحریر کیا ہے:

مولانا محمد رضوان مصباحی [جلد اول]، مولانا محمد قاسم اعظمی مصباحی [جلد دوم]، مولانا عابد رضا مصباحی [جلد سوم]، مولانا قطب الدین رضا مصباحی [جلد چہارم]، مولانا رفیق الاسلام مصباحی [جلد پنجم]، مولانا ذوالفقار مصباحی [جلد ششم]، مولانا محمد رضا مصباحی [جلد ہفتم]، مولانا محمد شہاب الدین مصباحی، باندوی [جلد ہشتم]، مولانا محمد اسرائیل مصباحی [جلد نہم]، مولانا محمد شہاب الدین مصباحی، مہراج گنجوی [جلد دہم]، مولانا محمد ابراہیم مصباحی [جلد یازدہم]، مولانا عارف حسین مصباحی [جلد دوازدہم]

درجۂ تحقیق سے ان حضرات کی فراغت ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء کے درمیان ہے، یہ ایک علمی و تحقیقی تعارف ہے جو نہ محض تبصرہ ہے نہ خشک تنقید، بلکہ فتاویٰ رضویہ کی ان جلدوں کا علمی وتعارفی جائزہ ہے اور شواہد ونظائر کی روشنی میں امام احمد رضا قادری کی فقہی بصیرت کا آئینہ خانہ، جس میں دنیا علوم وفنون میں امام احمد رضا قادری کی مہارت تامہ صاف ملاحظہ کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مقالہ نگاروں اور ان کے اساتذہ کو مزید خدمت علم کی توفیق عطا فرمائے، اس اہم کاوش کو شرف قبول بخشے اور اس کتاب سے اہل علم کو استفادہ کا موقع فراہم کرے، آمین۔ المجمع الاسلامی سے کتاب کے حصول کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کر سکتے ہیں:

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی:- 07007576367

مولانا شمشیر علی مصباحی:- 07007133781

نعت و منقبت

ہونٹ، سرکار کا نقشِ کفِ پا مانگے ہے

مستقل کوچۂ طیبہ میں جگہ مانگے ہے
زندگی اپنی دعاؤں کا صلہ مانگے ہے

عصرِ نو کی گھٹن آلود سیہ راتوں میں
دل مِرا روشنیِ غارِ حرا مانگے ہے

فنِّ توصیف مجھے بخش کہ یہ میری زباں
لذتِ ذکرِ شہِ ارض و سما مانگے ہے

آنکھ مشتاق ہے خاکِ قدمِ ناز ملے
ہونٹ سرکار کا نقشِ کفِ پا مانگے ہے

کرب کی دھوپ میں جلتا ہوا دل کا صحرا
باغِ طیبہ کی خنک ٹھنڈی ہوا مانگے ہے

چارۂ جاں کی سبھی کو ہے ضرورت شاید
جس سے بھی ملیے مدینے کا پتا مانگے ہے

مجھ پہ آقا کی نوازش تو بہت ہے لیکن
دامنِ شوق و طلب اور سِوا مانگے ہے

آپ کا شاعرِ آشفتہ و شیدا مسرورؔ
آپ سے آپ کو اے صلِّ علیٰ مانگے ہے

انس مسرورؔ انصاری، ٹانڈہ

جس سمت نظر کر دی

جب حافظ ملت نے جس سمت نظر کر دی
تفہیمِ معانی کی ترسیل اُدھر کر دی

ہے عزم و عمل لازم، تدبیر ضروری ہے
خود ہو کے عمل پیرا اوروں کو خبر کر دی

ہے ختمِ شبِ غفلت ، بیدار ہوئی ملت
خوابیدہ شبستاں میں تنویرِ سحر کر دی

دی ہے جو ہمیں دولت ملت کے محافظ نے
کچھ بادِ مخالف کے طوفاں سے گزر کر دی

متاعِ آدمی شمعِ زماں ہیں حافظِ ملت

خدائی کے نشانوں میں نشاں ہیں حافظِ ملت
یہ فیضِ مصطفائی بے گماں ہیں حافظِ ملت

مقید ہو نہیں سکتے حدودِ ملک و ملت میں
متاعِ آدمی شمعِ زماں ہیں حافظِ ملت

یہ سچ ہے مقبرے میں اپنے وہ آرام فرما ہیں
بشکلِ جامعہ ظاہر عیاں ہیں حافظِ ملت

کمالِ آدمیت، رمزِ فطرت، رازِ سربستہ
اِنھیں رازوں کے سچے رازداں ہیں حافظِ ملت

قریب اُن سے جو ہوتا یہ سمجھتا میں ہی پیارا ہوں
سمجھتا مجھ پہ زیادہ مہرباں ہیں حافظِ ملت

حافظ محمد خلیل چشتی مصباحی

ہے فخرِ اہلِ سنن ذاتِ حافظِ ملت

ہو کیسے شرحِ مقاماتِ حافظِ ملت
ہے فخرِ اہلِ سنن ذاتِ حافظِ ملت

وہ طاقِ دہر میں روشن چراغِ علم کرے
ہو جس پہ چشمِ عنایاتِ حافظِ ملت

فقط اشاعت و تبلیغِ سنیت کے لیے
مچلتے رہتے تھے جذباتِ حافظِ ملت

نبی کی سیرت و سنّت پہ جان تھی قرباں
گواہی دیتی ہیں عاداتِ حافظِ ملت

شریف ، ارشد و بحر العلوم ، مدنی میاں
عیاں ہیں ان سے کمالاتِ حافظ ملت

فلک کے شمس و قمر ، کہکشاں و انجم کو
دکھاتے آنکھیں ہیں ذرّاتِ حافظِ ملّت !!

کبھی نہ بھٹکے قدم جادۂ شریعت سے
یہ کم نہیں ہیں کراماتِ حافظِ ملت

اڑادیں گردنیں باطل کی جس نے پل بھر میں
وہ تیغِ حق ہیں خطاباتِ حافظِ ملت

از۔ فردوس فاطمہ اشرفی

مکتوبات

"اشرفیہ" طلبہ واساتذہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے

محترم جناب ایڈیٹر صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا!

آپ کا مجلہ "اشرفیہ" اپنی تمام تر خصوصیات اور عمدہ طباعت کے ساتھ "مکتبہ مرکزیہ" جامعۃ الفلاح کو پابندی سے موصول ہو رہا ہے، یہ مجلہ علمی، ادبی و تحقیقی مضامین اور حسنِ انتخاب کے لحاظ سے طلبہ واساتذہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ اللہ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

محترم اس مجلہ سے کم وبیش ساڑھے چار ہزار طلبہ وطالبات، اساتذہ ومعلمات استفادہ کرتے رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اعزازی موصول ہوتا رہے گا۔ نوازش ہوگی۔ والسلام۔ عرفان احمد فلاحی

المکتبۃ المرکزیہ، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، یوپی

مصنوعی تولید ناجائز وحرام

مکرمی! آج کل ہمارے ملک کے اندر عدلیہ اور حکومت کی جانب سے ایسے ایسے فیصلے صادر ہو رہے ہیں اور قانون کا نفاذ عمل میں آرہا ہے جس سے ہر سلیم الطبع انسان کا بے چین ومضطرب ہونا فطری ہے۔ ہم جنس پرستی اور شادی شدہ عورت کا غیر مرد سے جنسی تعلق کو جائز ٹھہرانا اس کی تازہ ترین مثال ہے۔

۱۸/ دسمبر ۲۰۱۸ء کو رحم مادر کو کرایہ پر دینے سے متعلق بل بھی لوک سبھا میں منظور ہو گیا۔ گرچہ یہ بل سروگیٹ (کرایہ کی) ماں اور بچے کے استحصال کے امکانات کو ختم کرنے کے لئے پاس ہوا ہے تاہم شرعی نقطہ نظر سے یہ بل کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ شریعت اسلامی کسی مسلم مرد یا عورت کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنا مادۂ منویہ یا بیضہ فروخت کرے اور عورت اپنے رحم کو ولادت کی خاطر کرایہ پر دے۔

سروگیٹ (مصنوعی تولید) کا کاروبار عام ہو چکا تھا اور اس کے مضر اثرات دن بدن بڑھتے ہی جا رہے تھے لیکن اب اس بل کے مطابق اگر شادی کے پانچ سال کے بعد بھی مرد وعورت کو بچہ نہیں ہوتا ہے اور ڈاکٹر یہ تصدیق نامہ دے دیتا ہے کہ وہ بچہ پیدا نہیں کر سکتے تو وہ سروگیٹ ماں کے ذریعہ بچہ پانے کے اہل ہوں گے۔ تاہم یہ مشروط اجازت بھی مذہبی وسماجی نقطہ نظر سے کسی بھی طرح صحیح نہیں۔ جب بچہ گود لینے کا طریقہ موجود ہے تو پھر ناجائز طریقہ اختیار کرنے اور اسے قانونی جواز فراہم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

رحم اور نطفہ (مرد وعورت کے مادۂ تولید) کی تجارت ہمارے ملک کے بڑے شہروں میں منظم اور وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ اس تجارت میں اجنبی مرد کے مادۂ منویہ اور اجنبی عورت کے بیضوں کو باہم ملا کر کسی تیسری اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ اس عمل کو انگریزی میں سروگیٹ (Sorrogate) کا نام دیا جاتا ہے اور کرایہ پر کوکھ فراہم کرنے والی عورت کو سروگیٹ مدر (Sorrogate Mother) کہتے ہیں۔ وہ شادی شدہ جوڑے جن کو اولاد نہیں ہوتی، سروگیٹ مدر سے ایک طے شدہ رقم پر جوڑوں کے لئے بچے پیدا کرتی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس عمل کو "انسانی خدمت" اور سماج سیوا کا نام دیا جاتا ہے۔ سروگیٹی یعنی مذکورہ مصنوعی طریقۂ ولادت اور رحم ونطفہ کی تجارت کئی طریقے سے ناجائز وحرام ہے۔

۱۔ مادۂ منویہ کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔ ۲۔ اجنبی عورت کے رحم میں نطفہ ڈالا جاتا ہے جو کہ مثل زنا ہے اور یہ ناجائز وحرام ہے۔ ۳۔ ستر پوشی مرد وعورت پر فرض ہے، بلا ضرورت کسی کے سامنے ستر کھولنا یا برہنہ ہونا سخت حرام اور گناہ کا کام ہے اور عورت کو اپنے رحم میں مرد کا نطفہ داخل کرانے کے لئے کسی نہ کسی جہت سے برہنہ یا ستر کھولنا پڑتا ہے جو شریعت کی رو سے حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے "اللہ جس کو چاہتا ہے بیٹا عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے" (سورۂ شوریٰ آیت ۴۹،۵۰) یہی نظام قدرت ہے اور یہی فطرت کا دستور ہے۔ انسانی زندگی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ جسم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے۔ ہم اپنے بدن کے کسی بھی جز کے مالک نہیں اس لئے ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے نطفہ کو بیچ دیں یا اپنے رحم کو کرایہ پر لگا دیں۔   از: محمد عرفان قادری

استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

خیروخبر

مبارک پور میں جشن غوث الوریٰ
اور عرس امام الاولیا

دونوں جہان کے مالک و مختار حضور ﷺ اپنی ظاہری حیات میں بھی دعا فرماتے تھے اور قبر انور میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے دعاے مغفرت فرماتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کی قبر انور پر ایک اعرابی آیا اور اس نے قرآن عظیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (سورہ نسا:۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اور قبر مبارک کی مٹی بھی اپنے بدن پر ڈالی اس وقت قبر انور کے قریب چند صحابہ کرام بھی موجود تھے انھیں میں مولاے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی جلوہ گر تھے سب نے سنا کہ قبر انور سے آواز آئی کہ: قد غفر لك۔ اے اعرابی اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے گناہ معاف فرما دیے، اس حدیث پاک کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ قبر انور کے اندر زندہ ہیں اور اپنے رب کی عطا کردہ قوت سے وہ تصرفات بھی فرماتے ہیں۔ مختار بھی ہیں اور عالم غیب بھی۔ مذکورہ خیالات کا اظہار خطیب عصر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے محلہ پورہ دیوان بھیلی بازار میں منعقدہ رحمت عالم کانفرنس، جشن غوث الوری اور عرس امام الاولیا سے قرآن وحدیث کی روشنی میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔

حضرت خطیب عصر نے آل رسول غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاے کرام کو معجزات عطا فرمائے مگر اپنے آخری رسول ﷺ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا، اسی طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد اور اس کے بعد سے آج تک سب سے زیادہ کرامات ظاہری اور باطنی آپ کو عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو نہ صرف اپنا مقرب ترین بنایا بلکہ پوری دنیا کے تمام سلاسل کی ولایت دلانے کا اختیار بھی عطا فرمایا:

آپ ہی نے بحکم رب تعالیٰ فرمایا تھا "قد می هذه على رقبة كل ولی اللہ۔" میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے تمام اولیا کی گردنوں پر ہے، تو سب نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا، دو ایک نے انکار کی راہ اختیار کی وہ ولایت ہی سے محروم کر دیے گئے۔ موصوف نے آخر میں نسل پاک غوث اعظم کے چشم وچراغ امام الاولیا شیخ سید شاہ محمد قاسم میاں قادری نقشبندی علیہ الرحمۃ کا ذکر خیر بھی کیا اور کہا کہ امام الاولیا حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے تلمیذ رشید اور نامور فاضل اشرفیہ ہیں۔ سریا شریف ضلع اعظم گڑھ میں آپ کا مزار مقدس ہے۔ تارک سلطنت حضرت مخدوم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی خانقاہ کے بعد سب سے زیادہ بھیڑ ان علاقوں میں آپ کے آستانے پر رہتی ہے۔ اس وقت مبارک پور میں آپ کے آستانے کے سجادہ نشین مرشد طریقت سید شاہ حامد حسن قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ بھی جلوہ گر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ کرم کو ہم سب کے سروں پر دراز فرمائے۔ مولانا نے تنظیم نقشبندیہ کے جملہ ارکان کو رحمت عالم کانفرنس اور عرس امام الاولیا کے عظیم الشان اہتمام پر مبارک باد پیش کی۔

اس کے علاوہ حضرت مفتی محمد شاہد رضا ازہری ادارہ شرعیہ فیضان مصطفیٰ گوہاٹی اور مولانا ضیاء المصطفیٰ ادروی نے بھی خطابات فرمائے۔ ملحوظ رہے کہ بعد نماز فجر قرآن خوانی بعد نماز ظہر تقسیم لنگر عام ار بج کر ۵۵؍ منٹ پر قل شریف اور بعد نماز عشا جلسہ کا انعقاد ہوا اور صاحب عرس کو ایصال ثواب کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز قاری ریاض احمد کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اعظم اقبال بنارس اور جناب شبیر عزیزی مبارک پوری نے بارگاہ رسالت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ اختتام صلوٰۃ وسلام اور دعا پر ہوا۔ پروگرام کے منظر سرپرستی پر جلوہ گر تھے شہزادۂ امام الاولیا پیر طریقت حضرت علامہ الحاج سید حامد حسن الجیلانی سجادہ نشین خانقاہ حضور یہ سریا، صدارت مولانا نعیم اختر خطیب وامام جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور نظامت مولانا قیصر اعظمی نے کی۔

اس موقع پر مولانا محمد اشرف، مولانا جاوید چشتی، مولانا محمد رضا، شجاعت اللہ، محمد اسعد، محمد اسماعیل، غوث القمر، عرفان احمد، نوشاد احمد، مشتاق احمد، علاء الدین زمزم حضوری، معین الدین قریشی، علی اصغر نسیم احمد سمیت کثیر تعداد میں تنظیم کے ارکان ومعزز سامعین موجود تھے۔ از: رحمت اللہ مصباحی

علی گڑھ میں تعلیم اسلام کانفرنس

مبارک پور کے فرزند والحاج سراج الہدیٰ صاحب کے بڑے پوتے جناب محمد اظہر نور اعظمی کے ذریعہ کرائے جارہے کل ہند تعلیم اسلام کانفرنس اپنی نوعیت کا منفرد المثال جلسہ عام کی شکل اختیار کر گیا ہے، جس میں حضور حافظ ملت کا علمی فیضان بھی ہوتا ہے اور مارہرہ مقدسہ کا روحانی جام بھی اپنی آب و تاب بکھیرتا ہے، اس جلسہ میں بغداد کا میکدہ بھی چلتا ہے اور بریلی و اجمیر معلی کا سلسلہ محبت بھی ملتا ہے۔ امسال بھی تعلیم اسلام کانفرنس کا عظیم الشان چھٹواں دور حضور امین ملت دامت برکاتہم العالیہ سجادہ خانقاہ عالیہ مارہرہ مطہرہ کی سرپرستی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت نبیرۂ حضور حافظ ملت مولانا شاہ محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، قیادت مولانا سید شاہ جاوید علی نقشبندی، میر درد روڈ، نئی دہلی اور حمایت علامہ مولانا الشاہ سید محمد امان میاں قادری برکاتی ولی عہد خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض حضرت مولانا مفتی سید شاذ عرفی حیدرآباد دکن نے انجام دیں۔ تلاوت کلام پاک کے ساتھ باضابطہ تقریب کا آغاز ہوا جس میں سید رہبر علی قادری نے حمد باری تعالیٰ و نعت رسول پیش کی اس کے بعد البرکات سے آئے مولانا سید نور عالم مصباحی نے تعلیم کے تعلق سے پر مغز خطاب کیا۔ سید فرقان علی قادری نے بھی خوبصورت انداز میں بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں منظوم نعت پیش کیا اور مولانا ناظم حسین برکاتی سکندرراو نے اپنے روایتی انداز میں عوام کو خطاب کیا۔ مداح خیر الانام غلام ربانی ابراہیم پوری نے بھی بارگاہ رسالت مآب میں نعت پاک کا گلدستہ پیش کیا، ان کے بعد حضرت مولانا مفتی سید محمد امین القادری نگراں سنی دعوت اسلامی مالے گاؤں نے منبر خطاب سنبھالا اور انتہائی عالمانہ انداز میں مثالوں کے ساتھ نصیحتیں کیں۔ والدہ کے مقام کے بارے میں بتایا کہ نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو ہیں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا بات ہو گئی؟ اللہ کے رسول نے کہا مجھے میری امی کی یاد آگئی، اگر آج میری امی ہوتی اور میں نماز پڑھا رہا ہوتا اور میری امی کہتیں اے محمد ادھر آ، میں فوراً نماز چھوڑ کر اپنی ماں کی خدمت میں پہنچ جاتا۔ یہ حضور ماں کی اہمیت بتا رہے تھے، اگر ماں راضی ہے تو اللہ راضی ہے۔ حضرت انس بن مالک نے پوچھا کہ کیسے معلوم کریں کہ اللہ راضی ہے یا نہیں؟ آقا ﷺ نے جواب دیا کہ جس کے والدین راضی ہیں اس سے اللہ بھی راضی ہے۔ اس کے بعد نعرہ تکبیر و رسالت کے ساتھ شہزادہ حضور احسن العلما حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی کی بارگاہ میں سلطان الہند خواجہ غریب نواز ایوارڈ و سپاس نامہ پیش کیا گیا اور موجود تمام مہمانوں کو شال و یادگاری نشان پیش کیا گیا۔

اس موقع پر علی گڑھ کے مختلف مدارس کے طلبہ کے بیچ نعتیہ مقابلہ کا انعقاد مولانا شمشاد اجمل مہتمم مدرسہ گلشن برکات و سید مصطفیٰ علی قادری نگراں کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ علی گڑھ کی نمائندگی میں عمل میں آیا، جس میں اول دوم و سوم آنے والے طلبہ کو انعامات و توصیفی اسناد سے نوازا گیا۔ مولانا نعیم الدین عزیزی نے صدارتی خطبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ محمد اظہر نور اعظمی قابل مبارک باد ہیں جو گذشتہ ۶ سالوں سے تنہا اتنی خوبصورت کانفرنس کا انعقاد کراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور آج علما نے جو بھی باتیں بتائیں ہیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں سید امان میاں کی دعا اور صلاۃ و سلام کے بعد اگلے سال ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس موقع پر علی گڑھ کے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ حضرات کے علاوہ دہلی، نوئیڈا، بلند شہر، آگرہ، بنیر شریف، دان پور، اعظم گڑھ، سکندرراؤ سمیت علی گڑھ سے ہزاروں فرزندان توحید نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

از: پبلک ریلیشن آفیسر، تعلیم اسلام کانفرنس، علی گڑھ

ممبئی میں دو روزہ امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس

شیواجی نگر گوونڈی میں خانقاہِ قادریہ ایوبیہ، پیراکنک کشی نگر کے زیرِ اہتمام دو روزہ سیمینار و کانفرنس کا آخری اجلاس ۶/ جنوری ۲۰۱۸ء بعد نمازِ مغرب شروع ہوا، چشم و چراغ خاندانِ اشرفیت حضرت علامہ سید معین الدین اشرفی الجیلانی کی سرپرستی فرمائی، حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی کی صدارت، علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی قیادت اور حافظ و قاری مولانا شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی کی نگرانی میں منعقد ہوا۔ خصوصی خطیب علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن نے اپنے خطاب میں کہا کہ ایک صدی میں اعلیٰ حضرت پر صرف دس فیصد کام ہوا ہے جو کام جماعتیں اور تنظیمیں مل کر نہیں کرسکیں وہ کام آپ نے ایک کمرے میں بیٹھ کر تنہا انجام دیا۔ انجینئر سید فضل اللہ چشتی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے آج کے ڈیڑھ سو سال پہلے یہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو اقتصادی میدان میں آگے آنا چاہیے، ان کا اپنا بینک ہونا چاہیے، اعلیٰ حضرت نے اپنی ساری کتابوں میں چار سو سے زائد احادیث کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے، جو اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی ہالینڈ نے کہا کہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات و ارشادات کو قوم کے سامنے پیش کرنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ہمیں کامیابی مل سکتی ہے۔ ان کے علاوہ انجینئر حسنین رضا قادری ایوبی، مولانا محمد شمس الدین مصباحی، مولانا محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی اور عزیزم محمد ابوہریرہ نے بھی قوم سے خطاب کیا۔ قاری نور الہدیٰ

مصباحی ساحل گورکھپوری، قاری رفعت اللہ نوری اور قاری عبدالحمید نے بارگاہ رسالت میں نعت ومناقب کے اشعار پیش کیے۔نظامت کے فرائض قاری محمد آفتاب عالم نظامی اور مفتی محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی نے مشترکہ طور پر انجام دیے، اخیر میں صاحبِ سجادہ حافظ وقاری مولانا شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا شیخ طریقت حضرت سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

واضح ہو کہ امام احمد رضا سیمینار کی پہلی نشست میں الدروس الایوبیہ عربی انگلش، ریڈر بک اور علامہ محمد احمد مصباحی کی مرتبہ "فتاویٰ رضویہ: جہانِ علوم ومعارف" تین ضخیم جلدوں کا رسم اجرا عمل میں آیا اور تمام مندوبین کو اس کا ایک ایک سیٹ خانقاہ قادریہ کی جانب سے بطور تحفہ پیش کیا گیا۔

مولانا معین الحق علیمی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا اختر حسین مصباحی، مولانا نظام الدین قادری، مولانا محمد شاہد علی مصباحی، مولانا قاسم علی مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا صادق علی مصباحی، مولانا غلام سید علی علیمی، مولانا عابد علی مصباحی پونہ، مولانا ثناء المصطفیٰ مصباحی، مولانا مجیب اللہ سائن، مولانا محمد شمس الدین مصباحی، مولانا عارف اللہ فیضی، مولانا منصور عالم مولانا عبدالسلام ثقافی، مولانا زبیر احمد بستوی، محمد وفاء المصطفیٰ برکاتی مولانا ضیاء الدین مصباحی لوہرسن مولانا کونین رضا ایوبی، جناب عبدالنبی، امجد علی وغیرہ کثیر تعداد میں علما، ائمہ، عوامِ اہل سنت موجود رہے۔ **از: نور الہدیٰ مصباحی**

noorulhudamisbahi786@gmail.com

مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی کی 'ختم نبوت کانفرنس' میں علما کا حکومت ہند سے قادیانیت پر پابندی کا مطالبہ

مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر' کے زیر اہتمام ۷/ جنوری ۲۰۱۹ بروز پیر بعد نماز مغرب تا شب ۱۲ بجے منعقد ہونے والی عظیم الشان عالمی ختم نبوت کانفرنس "معین المشائخ حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ کی سرپرستی اور خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) اور رئیس القلم حضرت علامہ محمد یٰسین اختر مصباحی کی صدارت میں چھوٹا سونا پور عید گاہ میدان، مولانا شوکت علی روڈ ممبئی میں کامیابی کے ساتھ ختم ہوگئی۔کانفرنس میں پر مغز اور فکر انگیز خطاب مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی نے کیا۔ کانفرنس میں ملک وبیرون ملک کے معروف ومقتدر علما ومشائخ کے ساتھ ممبئی ومضافات کے مدارس کے نمائندہ اساتذہ اور مساجد کے ائمہ حضرات کی کثیر تعداد موجود تھی۔علامہ قمر الزماں اعظمی نے متعدد آیات اور احادیث کریمہ کے متون پڑھ کر سنائے اور یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہی آخری نبی ہیں۔انھوں نے ایک اہم بات بتائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔اس حدیث کے اعتبار سے بھی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابی رسول نبی نہیں ہوسکتے تو قادیان کا مرزا غلام احمد جیسا جاہل، ضمیر فروش، انگریزوں کا چاپلوس اور ملک مخالف کیسے نبی ہو سکتا ہے حضرت مفکر اسلام نے فرمایا کہ قرآن کریم کی پچاس سے زیادہ آیات اور سو سے زیادہ احادیث نبویہ سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔خطیب اعظم یورپ مفتی محمد شفیق الرحمان عزیزی چیئرمین مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر نے اپنے خطاب میں کہا کہ فتنہ قادیانیت دراصل انگریزوں کی ایجاد ہے اس ضمن میں انہوں نے تاریخ آزادی ہند کی روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو ان کی نظر میں صرف یہاں کے مسلمان کھٹک رہے تھے چنانچہ انہوں نے مرزا کو خریدا اور اس سے نبی ہونے کا دعوی کروایا۔مفتی شفیق الرحمان عزیزی نے یہ بھی کہا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ خود مرزا کی کتابوں سے ثابت ہے کہ اس نے یہ سب کس کس کے کہنے پر کیا اور انگریزوں کی اس نے کس قدر چاپلوسی کی۔اس نے انگریزوں کی حکومت کو ظل الٰہی قرار دیا۔مفتی صاحب نے اخیر میں حکومت ہند سے بھی اپیل کی کہ اس پر پابندی عائد کی جانی چاہیے کیوں کہ یہ لوگ خود ہندوستان کے بھی مخالف ہیں انہوں نے بتایا کہ ان لوگوں نے ہندوستان کی آزادی کی راہوں میں رکاوٹیں کھڑی کیں اور انگریزوں کا ساتھ دیا۔اگر یہ لوگ انگریزوں کا ساتھ نہ دیتے تو ہندوستان بہت پہلے ہی انگریزوں کے وجود سے پاک ہو جاتا۔

محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے قادیانیوں جیسا عقیدہ رکھنے پر حکم شرعی بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو قتل کیا جائے گا مگر چوں کہ یہ کام قاضی اسلام اور سلطان اسلام کا ہے اور ہمارے یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے تو پھر ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے گا۔ اگر قادیانیوں سے کوئی رشتہ کرتا ہے تو وہ ناجائز ہوگا، اولاً تو نکاح نہیں ہوگا اور اگر میاں بیوی نے ہم بستری کی تو وہ سراسر زنا میں شمار ہوگا۔

مفتی عبد المنان کلیمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ختم نبوت کانفرنس جیسا اجلاس وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔اس بابت زیادہ سے زیادہ بیداری پیدا کی جانی چاہیے تاکہ لوگوں کو اس فتنے سے بچایا جا سکے۔ انہوں نے اس ضمن میں اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر حضرت معین المشائخ سید معین میاں، مولانا معین الحق علیمی، مفتی شفیق الرحمن عزیزی اور مولانا محمد عرفان علیمی کو تہ دل سے مبارک باد پیش کی۔ مولانا

ڈاکٹر انوار احمد بغدادی (پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی) نے بڑا علمی اور فکر انگیز خطاب فرماتے ہوئے کہاکہ قادیانیت کی تابوت میں آخری کیل مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اوران کے صاحب زادہ قائداہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے ٹھونکی۔ جس کے درد سے قادیانی آج بھی بلبلارہے ہیں ۔ ڈاکٹر انوار صاحب نے کہاکہ قادیانیت پر کام کے حوالے سے ہمیں حضرت مبلغ اسلام اور حضرت قائداہل سنت کے چھوڑے ہوئے نقوش پر چلنا ہوگااور قادیانیت کی بیخ کنی کرنی ہوگی۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے استاذ حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی نے مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کی جانب سے کچھ تجاویز پڑھ کر سنائیں:

(۱) عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیے لیے مساعی کو بروئے کار لائیں اور خصوصی طور پر اپنے اعزہ، اہل وعیال کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کریں۔

(۲) عقیدہ ختم نبوت کو مسلمان بچوں کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے مساجد، مدارس اور مکاتب میں ختم نبوت سے متعلق باضابطہ تدریس کی جائے۔

(۳) علمائے کرام، مشائخ کرام، مساجد کے ائمہ ومنتظمین اور مسلم تنظیموں کے ارباب حل وعقد قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور متحد ومتفق ہوکران کے فتنوں سے جوکہ انبیاے کرام ختمی مرتبت ﷺ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین پر مبنی ہے، دفاع کریں۔

(۴) حکومت ہند سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ چوں کہ اہل سنت وجماعت ایک پرامن اور محب ملک جماعت ہے جوکہ آزادی ہند سے لے کر آج تک ملک کی سالمیت وتحفظ کے لیے ایک مثالی کردار ادا کر رہی ہے اسے ہر قسم کے تحفظ وترقی کا سامان فراہم کیاجائے جس سے وہ ملک کی ہر ممکن خدمت کرسکیں۔ یہ تاریخ مسلم ہے کہ ملک کے عدم تحفظ اور انگریزوں کی حمایت میں قادیانیوں نے نہایت گھنونا کردار ادا کیاہے اور اسلام میں فتنے کا آغاز قادیانیوں نے کیاہے۔ اہل سنت اسلام کا دفاع کررہے ہیں۔

(۵) ایک ایسا جزوقتی نصاب مساجد ومدراس اور درس گاہوں میں رائج کیاجائے جس سے اسلامی تعلیم کا شوق کالج اور اسکول کے بچوں میں دل کشی کا سامان پیدا کرے۔ پورے ملک میں علم وعلم دین کی تحصیل کے لیے باضابطہ تحریک چلائی جائے۔

اس عظیم الشان اجلاس میں قادیانیت کے خلاف کئی دہائیوں تک کام کرنے والے حضرت قائداہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لیے ختم نبوت ایوارڈ تجویز کیا گیااور یہ ایوارڈ قائداہل سنت کے دست راست مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کو رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے پیش کیا گیا۔ اخیر میں معین المشائخ حضرت علامہ سید معین میاں مدظلہ العالی کی دعاؤں پر یہ عظیم الشان اجلاس ختم ہوا۔ نظامت کے فرائض مولانا محفوظ الرحمان نے انجام دیے جب کہ شکریہ مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کے جنرل سکریٹری راقم الحروف محمد عرفان علیمی نے ادا کیا۔ اس اجلاس میں کثیر علماے کرام وائمہ مساجد کے علاوہ بطور خاص حضرت مولانا حافظ سید اطہر علی ناظم اعلی سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئ، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت الحاج محمد سعید نوری، رضا اکیڈمی، حضرت حافظ وقاری عبدالقادر، قلابہ، محضرت مولانا عبدالرحیم، گوونڈی۔ حضرت مفتی محمد زبیر مصباحی، مدن پورہ۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید رضوی، اندھیری۔ حضرت مولانا عبد الجبار اعظمی ماہر القادری بائیکلہ، حضرت صوفی محمد عمر، دوٹانکی، دعوت اسلامی وسنی دعوت اسلامی کے اساتذہ ومبلغین بڑی تعداد میں موجود تھے۔

از: (مولانا) محمد عرفان علیمی، جنرل سکریٹری مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر

اشرفی چشتی فاؤنڈیشن احمد آباد کی جانب سے مسلمانان جوگیشوری کو دلی مبارکباد

برائے عرس مخدوم سمنان وعرس حضور اشرف العلما علیہما الرحمۃ۔

۵/ جنوری ۲۰۱۹ء بروز سنیچر، باندرہ پلاٹ، جوگیشوری (ایسٹ) میں عرس مخدوم سمناں وعرس حضور اشرف العلما علیہما الرحمہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی سرپرستی جانشین حضور اشرف العلما حضرت مولانا سید شاہ خالد اشرف نے فرمائی، خصوصی خطاب حضرت مولانا سید شاہ نورانی میاں اشرفی نے فرمایا اور فریضۂ صدارت حضور اشرف العلما، حکیم ملت حضرت مولانا حکیم الدین دامت برکاتہم العالیہ نے انجام دیا۔

اس روح پرور اجلاس میں متعدّد علماے کرام وائمۂ عظام کی موجودگی نے چار چاند لگا دیا۔ جوگیشوری کے فلاحی اداروں اور دینی تنظیموں کے ذمہ داران حضرات نے بھی گرم جوشی کے ساتھ جلسہ میں شرکت فرمائی، اس حسین موقع پر جانشینِ حضور اشرف العلما حضرت مولانا سید شاہ خالد اشرف صدر ورلڈ مشائخ کونسل حضرت مولانا سید شاہ نورانی اشرفی چیرمین اشرفی چشتی فاؤنڈیشن نے جوگیشوری کی معتبر ومحترم شخصیت خلیفۂ حضور اشرف العلما حکیمِ ملت حضرت مولانا شاہ حکیم الدین اشرفی کی تاج پوشی اپنے مقدہاتھوں سے فرمائی اور حضور حکیمِ ملت کو تاج سمنانی سے سرفراز فرمایا۔

باشندگانِ جوگیشوری اپنے عظیم رہبر و روحانی پیشوا کی تاج پوشی کے نورانی منظر سے نہایت مسرور ومحظوظ ہوئے۔ یہ عظیم اجلاس الاشرف سوشل فاؤنڈیشن جوگیشوری ممبئ کی کاوشوں سے بحسن وخوبی انجام پایا۔ جس کے لیے اشرفی چشتی فاؤنڈیشن انھیں دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔

از: اخلاق احمد اشرفی فتح پوری